إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

22

شعبان، رمضان، شوال 1435ھ

جون، جولائی، اگست 2014ء

بدلے

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

و

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

معاون

حسنین شاکر زبیری

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ

مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ

حافظ اسعد محمود سلفی

مجلس ادارت

الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ

الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ

ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ

اساتذہ جامعہ ھذا

انتظامیہ جامعہ ھذا

فہرس

درس قرآن	شیخ عبدالوحید ساجد	۳
درس حدیث	شیخ محمد مالک چنڈر	۵
عقیدہ کے موضوعات	مولانا رحمت اللہ شاکر	۶
احکام ومسائل	شیخ عبدالوحید ساجد	۱۱
عذاب قبر پر منکرین کے اشکالات.....	مولانا رفیق طاہر	۱۴
روزہ، اعتکاف، نماز تراویح اور....	محمد عظیم حاصل پوری	۲۳
آپ دوسروں کے دل کیسے جیت سکتے ہیں؟	مجیب الرحمٰن سیاف	۳۴
اہل میت کے گھر جمع ہونا.....	مولانا رفیق طاہر	۴۲
خوش طبعی اور مزاح کا اسلامی تصور	اعزاز الحق نعیم، ضیاء الحق نعیم	۴۷
امام عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ	قاری ابوبکر المنشاوی	۵۳
وقت کی اہمیت	حافظ فہد اللہ محمدی	۵۸
اخبار طلبہ	ادارہ	۶۲

خط وکتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

0301-5073941 /055-3846592

زرتعاون ——— 25 روپے

سرکولیشن منیجر

حافظ عبدالقدیر

0308-6522441

مجلّہ المکرّم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے

www.almukarram.webs.com

Email: mukarram.grw@gmail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

گلیلو، سقراط اور جنرل شجاع محمود پاشا

اداریہ

کلیدی عہدوں پر براجمان عوام کے خون پسینے کی کمائی پر پلے غاصب حکمرانوں اوران کے خوشامدیوں کی تشریف آوری نے ایوان کورونق بخشی ۔پھران کے سامنے ایوان میں ایک شخص کوگھسیٹ کرلایا گیا،اورایوان تک آنے کے سفر کے دوران حکومتی کارندوں کے مکوں اورطمانچوں سے اسے داد تحسین دی گئی ۔ایوان میں پہنچنے کے بعدفرعونیت سے بھرپور لہجے میں اسے حکم ملاگلیلو ! گھٹنوں کے بل جھک جاؤ۔ہاں یہ وہ شخص تھاجسے تاریخ کا مطالعہ رکھنے والے افرادسائنس دان گلیلو کے نام سے جانتے ہیں ۔اس کو یہ سزا کیوں دی گئی ؟وجہ صرف سائنسی خدمات.....

یونان کی تاریخ میں ایک بڑانام سقراط کاہے جس کی وجہ سے یونان آج بھی مشہور ہے مگراسے کٹہرے میں کھڑا کرکے لوگوں کی نظروں میں ذلیل ورسواکرکے اس کی خدمات کوŠ راج تحسین پیش کیا گیا۔یہ کوئی انہونی بات نہیں بلکہ ہمیں اور پوری قوم کوجیووالوں کا مشکور ہونا چاہیے کہ انہوں نے تاریخی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے اورقوم کے محافظین ومحسنین کی خراج تحسین پیش کیا ہے .....ہاں زندہ دل قومیں اپنے محسنوں کوخراج تحسین پیش کیا ہی کرتی ہیں ۔یہ ان کا حق تھااس لیے کہ جب ہم ٹھٹھرتی راتوں میں اپنے نروم گرم بستروں پرمحوآرام ہوتے ہیں یاسخت گرمی کے موسم میں جب دن کے وقت باہر قدم رکھنا انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے ایسے حالات میں وہ راتوں کوجاگ کردن کا پہرہ دے کرہماری حفاظت کرتے ہیں۔

شاید جیووالوں کو یہ سوجھی کہ میرجعفراورمیرصادق کے کردار پرانے ہوچکے ہیں لہذانئے کردارسامنے لائے جائیں جس کے لیےانہوں نے خودکوپیش کردیا۔افغانستان میں امریکی اپنی تباہی کے باوجودآئی ایس آئی کے چیف کی تصویرنہیں چلاسکے کہ سارا کچھ اسی کا کیادھراہے اورنہ انڈیا آج تک براہ راست آٹھ گھنٹے تک ایسی کوئی نشریات کرسکا ہے،مگرآستین کے سانپ ہمسائیوں کے حقوق کی پاسداری میں یہ کردارپیش کرنے میں سبقت لے گئے ۔ایک عرصہ بعدجیوکی (بقیہ صفحہ:۴)

درس قرآن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پندرہ شعبان کی رات لیلۃ مبارکہ نہیں ہے

شیخ عبدالوحید ساجد

﴿حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ أَمْراً مِّنْ عِندِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾

حٰم۔اس کتاب روشن کی قسم۔کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا ہم تو رستہ دکھانے والے ہیں۔اسی رات میں تمام حکمت کے کام فیصل کئے جاتے ہیں۔(یعنی) ہمارے ہاں سے حکم ہوکر بیشک ہم ہی (پیغمبر کو) بھیجتے ہیں۔ (سورہ الدخان 1تا 5)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بابت ہمیں یہ خبر دی کہ یہ اس کا نازل کردہ کلام ہے کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں نیز اس کو ایک بابرکت رات میں اتارا گیا ہے۔

یہ بابرکت رات کون سی ہے؟ یہ لیلۃ القدر ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾

بلاشبہ ہم نے اسے قدر والی رات میں اتارا۔اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ قدر والی رات کیا ہے؟ قدر والی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔''(سورۃ القدر 1تا3)

اور یہ رات رمضان کے مہینے میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ (سورۃ البقرہ 185)

رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔''

قرآن مجید کی ان نصوص سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ بابرکت رات سے مراد لیلۃ القدر ہے

جو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں اس بابرکت رات اور فیصلوں والی رات سے مراد شبِ قدر ہے اور جس نے یہ کہا کہ اس سے مراد شعبان کی پندرہویں رات ہے جیسے کہ حضرتِ عکرمہؒ سے یہ بات نقل کی گئی ہے تو اس کی بات درست نہیں کیونکہ نص قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان المبارک میں آتی ہے۔(تفسیر ابنِ کثیر)

شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت میں جو روایت منقول ہیں وہ سب نا قابلِ حجت ہیں۔

بقیہ اداریہ: بدولت ہمسایہ ملک کو خوشی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا ورنہ وہ ہم پر ہمیشہ ناراض ہی رہتا تھا۔ یہ الگ بات ہے جس دن یہ سب ہو رہا تھا مجھے قرآن کی یہ آیت بار بار یاد آئی رہی تھی ﴿هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ﴾

گلیلو کا نام آج بھی روشن ہے لیکن ان محسن کشوں کو کوئی نہیں جانتا جو اسے ذلیل کرنا چاہتے تھے .....سقراط کا نام آج بھی روشن ہے لیکن اسے رلانے والوں کو کوئی بھی اچھے الفاظ میں یاد نہیں کرتا..... سرفروشوں اور شہدا کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، تاریخ دہرائی جارہی ہے یہ ہمارا انتخاب ہے کہ ہم نے کس کا ساتھی بننا ہے۔؟

بقیہ درس حدیث: یہ نذر مانی کہ وہ ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرے گا پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر انہیں اس نذر کے متعلق بتایا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''جاھلیّت کے تھانوں میں سے کوئی تھان تو وہاں نہیں تھا؟ کہ جہاں پوجا کی جاتی ہو۔ صحابی نے کہا: نہیں! یارسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''زمانہ جاھلیّت میں وہاں کوئی میلہ یا تہوار تو نہیں منایا جاتا تھا؟'' صحابی نے عرض کیا: نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نذر کو پورا کرلو کیونکہ اس نذر کو پورا کرنا منع ہے جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو۔''

معلوم ہوا کہ جس جگہ غیر اللہ کے نام پر جانور چڑھائے جاتے ہوں یا غیر اللہ کی پوجا پاٹ کی جاتی ہو یا جہاں شرک کیا جاتا ہو وہاں اللہ کے نام پر بھی ذبح نہ کیا جائے بلکہ وہاں شرکت بھی نہیں کرنی چاہیئے خواہ اچھی نیّت ہو یا بری کیونکہ ان میں شرکت بجائے خود بری بات ہے۔

درس حدیث

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے کا حکم

شیخ محمد مالک بھنڈر (مدرس جامعہ ہذا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چار باتیں بتلائیں:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوىٰ مُحْدِثًا ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ)) (رواه مسلم)

''جو شخص غیر اللہ کیلئے جانور ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے، جو شخص اپنے والدین پر لعنت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے، جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو شخص حدودِ زمین کے نشانات کو بدلے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔'

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''کہہ دیجیئے! کہ میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔'' (سورۃ الأنعام 162 . 161)

نیز سورۃ الکوثر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''پھر تم اپنے رب کیلئے ہی نماز پڑھو اور قربانی کرو۔'' (سورۃ الکوثر 2)

رحمتِ عالم ﷺ نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ اپنے والدین پر لعنت کرنے والا خود لعنتی ہے اس سے پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص کسی کے والدین پر لعنت کرے گا تو بدلے میں وہ اس کے والدین پر لعنت کرے گا تو اس طرح وہ شخص خود اپنے والدین پر لعنت کا سبب بنے گا۔ جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے وہ بھی ملعون ہے۔ اور جو حدودِ زمین کی علامات کو بدلے وہ بھی لعنتی ہے اس سے ایسے نشانات مراد ہیں جو آپ اور آپ کے پڑوسی کی حدودِ ملکیّت کو متعیّن کرتے ہیں اور ان نشانات کو بدلنے سے ہمسائیوں کا حق مارنا مقصود ہو۔

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہا یک شخص نے عہدِ رسالت میں (بقیہ صفحہ:۴۰)

سلسلہ اصلاح عقاید

عقیدہ کے موضوعات

مولانا رحمت اللہ شاکر (مدرس جامعہ ہذا)

عقیدہ کے موضوعات میں توحید، ایمان، اسلام، غیبی امور، نبوّت اور تقدیر پر ایمان وغیرہ شامل ہیں ۔سب سے پہلے ہم توحید پر گفتگو کریں گے جو عقیدہ کا بنیادی موضوع ہے۔

(1).....توحید

توحید :۔ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات میں یکتا تسلیم کیا جائے اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

توحید کی اقسام: توحید کی تین قسمیں ہیں۔(1) توحید ربوبیت (2) توحید الوہیت (3) توحید اسماء وصفات

سب سے پہلے ہماری گفتگو کا محور توحید اسماء وصفات ہے کیونکہ اس کی معرفت کی بنا پر ہی توحید ربوبیت اور توحید الوہیت مفید ہے

توحید اسماء وصفات :۔ توحید اسماء وصفات کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں آنے والے اسماء حسنی اور صفات عالیہ میں اللہ تعالی کو اکیلا تسلیم کیا جائے ۔اور ان کے معانی ومطالب اور احکام پر ایمان لایا جائے قرآن مجید میں چار مقامات پر اللہ کے اسماء حسنی کا تذکرہ موجود ہے۔

(1) فرمان باری تعالی ہے :

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا﴾

''اللہ تعالی کے اچھے اچھے نام ہیں ان ہی ناموں سے اسے پکارو (دعا کرو)۔''(الاعراف 180)

(2) اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿قُلِ ادْعُواْ اللّهَ أَوِ ادْعُواْ الرَّحْمَـنَ أَيّاً مَّا تَدْعُواْ فَلَهُ الأَسْمَاء الْحُسْنَى﴾

''اے محمد ﷺ! انہیں فرمادیں اللہ کو اللہ، یا، رحمٰن کہہ کر پکارو اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔''

(سورہ بنی اسرائیل 110)

(3) فرمان ربانی ہے :

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى﴾

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔'' (سورہ طہ 8)

(4) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِءُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى﴾ (سورہ حشر: ٢٤)

''اللہ تعالیٰ ہی خالق، پیدا کرنے والا اور شکلیں بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔''

اسماء حسنیٰ کا معنی

اسماء :۔ اسم کی جمع ہے اسم کا معنی یہ ہے کہ جس سے کسی چیز کی پہچان ہوتی ہے۔ عقیدہ کی اصطلاح میں اسماء وصفات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ اسمائے حسنیٰ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود ذکر کئے ہیں یا ایسے نام جو کسی کو بتائے ہی نہیں۔

توقیفی :۔ اللہ تعالیٰ کے تمام نام توقیفی ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں آنے والے ناموں پر اکتفاء کیا جائے۔ اپنے اجتھاد واستنباط کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا اپنی کوئی نام نہ رکھا جائے کیونکہ ان کا تعلق علم غیب سے ہے۔ اور اس کا حصول وحی کے بغیر ناممکن ہے۔

اہمیّت :۔ یہ بات معلوم اور اظہر من الشّمس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت بلکہ ایمان کی ابتداء اس وقت نہیں ہوسکتی جب تک اسماء وصفات پر ایمان نہ لائیں۔ اور یہ پہچان اس قدر حاصل ہو کہ انسان اپنے خالق ومالک کے متعلقات اتنی واقفیّت رکھتا ہو جس سے جہالت کا تصور بھی باقی نہ رہے۔ اسماء و صفات کی معرفت اور اس کا اقرار اسلام اور ایمان کی اصل ہے۔ اور احسان کا نتیجہ اور پھل ہے۔ جو اس کا انکار کرنے والا ہے وہ اسلام اور ایمان کی عمارت کو گرادیتا ہے اور احسان کی حقیقت کو مٹادیتا ہے۔

اہل عرفان میں اس کا شمار کیسے ہوسکتا ہے۔

مومن کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ اسماء وصفات کی معرفت میں اپنی مکمل طاقت وقدرت اور صلاحیت کو صرف کردے اور اس کی معرفت تعطیل (صفاتِ باری کی نفی) سے پاک ہو۔اسی طرح تمثیل (اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دینے) سے بھی پاک ہو۔جیسا کہ بہت سے (بدعتی) لوگ کتاب وسنت کی مخالفت کر کے اس امتحان میں مبتلاء ہوئے۔اسماء وصفات کی اصل معرفت کتاب وسنت سے حاصل ہوتی ہے اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے حاصل ہوتی ہے۔یہی معرفت فائدہ مند ہے جس کی روشنی میں ایمان اور یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

(معتقد أهل السنّة والجماعةفی اسماء الله وصفاته 25/1)

اللہ تعالیٰ کی معرفت اس لئے بھی ضروری ہے کہ بندہ اپنے الٰہ کو جانتے ہوئے عبادت کرے۔ جس سے عبادت کا حق بھی ادا ہو جائے اور عبادت محفوظ وسلامت بھی رہے۔علماء نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت کے کئی فوائد ذکر کئے ہیں۔ان کی اہمیت کے پیش نظر ذکر کیا جارہا ہے۔

(1).....اللہ تعالیٰ کی معرفت تمام علوم میں سے علی الاطلاق اعلیٰ ترین اور افضل علم ہے۔اس علم کے حصول میں مشغولیت تمام مصروفیات اور تمام مقاصد سے بڑا مقصد ہے اس کا حصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر تمام عطیات سے بڑا عطیہ اور تحفہ ہے۔

(2).....اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نتیجے میں بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیّت، خوف اور امید پیدا ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس کا ہر عمل اخلاص پر مبنی ہوتا ہے۔اور یہی بندے کے لئے سعادت مندی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اسماء وصفات کی معرفت، اور ان کے معانی کی پہچان کے بغیر ناممکن ہے۔قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کما حقہ تعارف موجود ہے جو کسی بھی دوسری کتاب میں نہیں ہے۔

(3).....اللہ تعالیٰ کی معرفت ارکان ایمان میں سے ہے بلکہ ایمان کی اصل بنیاد ہی یہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بغیر صرف یہ کہہ دینا ہی کافی نہیں کہ آمنت باللہ یعنی میں اللہ پر ایمان لایا۔ایمان کی

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرے جس کو مانتا ہے ۔ بندے کا فریضہ ہے کہ اسماء و صفات کی معرفت میں جہد مسلسل کرے۔اسے یقین حاصل ہو جائے معرفت کے درجات کے لحاظ سے ایمان کے درجات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔اس طرح معرفت میں کمی کی بنا پر ایمان کے درجات میں نقص و کمی ہوتی چلی جاتی ہے اس معرفت کے حصول کا آسان طریقہ کتاب وسنت میں آنے والی نصوص (آیات واحادیث) پر تدبر اور غور وفکر ہے قرآن وحدیث میں آنے والے اللہ کے ہر نام پر غور کرتے ہوئے اس کے معنی کو تسلیم کرے اور ان میں پائی جانے والی صفات کو ہر لحاظ سے کامل واکمل اللہ کیلئے مانتا اور تسلیم کرتا چلا جائے۔اور اس کے مخالف جو نقص وعیب ہو اس سے باری تعالیٰ کو منزہ ومبرا سمجھے۔

(4).....اللہ تعالیٰ نے مخلوق (انسان و جنات) کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

''جنوں اور انسانوں کو میں نے صرف اور صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔''

(سورۃ الذاریات 56)

لہٰذا اللہ کی معرفت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔اس اصل مقصود ومطلوب کو پورا کرنے کے لئے معرفت باری تعالیٰ انتہائی ضروری ہے۔اور معرفت کو چھوڑنا اور اس کو اہمیت نہ دینا اس عظیم مقصد کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔اور یہ بندے کے حق میں کسی طرح بھی درست نہیں کہ اللہ کی نعمتیں، احسانات اور کرم وفضل تو بندے پر مسلسل جاری ہوں اور وہ اس کی معرفت سے بے بہرہ اور روگرداں ہو۔

(5).....اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی اصل بنیاد ہے اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت رکھنے والا اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اللہ کے تمام کام اور احکام جو اس کے اسماء وصفات کا تقاضہ ہیں عین انصاف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام کام اور احکام عدل وانصاف اور فضل وحکمت پر مبنی ہیں اللہ کی طرف سے دی جانے والی تمام خبریں سچی ہیں۔اور اس کے تمام احکام (امر ونہی) عدل وانصاف اور حکمت پر مبنی ہیں۔لہٰذا معرفت باری تعالیٰ ایسی چیز ہے جس سے کسی صورت بھی استغناء کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اس پر عبادت کی

بنیاد ہے جس کیلئے بندے کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مفهوم اسماء و صفات78.77/45)

توحید اسماء وصفات کے متعلق تین بنیادی اصول

(1).....اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ مشابہت نہ دی جائے۔

(2).....اللہ تعالیٰ نے خود اور نبی کریم ﷺ نے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ذکر کئے ہیں انہیں تسلیم کیا جائے اور اس ایمان کی اصل بنیاد اللہ کو ذات وصفات میں ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک سمجھا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (سورة الشوریٰ11)

''اس جیسی کوئی شے نہیں وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

(3).....اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی کیفیت وحقیقت کے احاطہ کی طمع نہ رکھی جائے۔ کیونکہ ان کی تہہ تک پہنچنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا يُحِيطُوْنَ بِهِ عِلْمًا﴾

''وہ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے'' (سورة طه 110)

یہ وہ بنیادی اصول ہیں جن کی روشنی میں اسماء وصفات کو ماننا اور تسلیم کیا جائے اور ان کے معانی اور مفہوم کو سمجھا جائے۔ تو اس کی وہی صورت ظاہر ہوگی جو صحابہ کرام کے زمانے میں تھی۔ ان ہی بنیادوں کی روشنی میں نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو توحید کی یہ قسم بڑے ہی احسن انداز میں سمجھائی۔ جس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی ایسی معرفت حاصل ہوئی جس سے وہ کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔

توحید اسماء وصفات ایسی بابرکت اور عظیم ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعًا وَّتِسْعُوْنَ اِسْمًا مِئَةٌ اِلَّا وَاحِداً مَنْ اَحْصٰهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، اِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ)) (مسلم: 2677)

''اللہ کے ایک کم سو نام ہیں جو ان کو یاد کرے جنت میں داخل ہوگا اللہ تعالیٰ اکیلا ہے وتر کو پسند کرتا ہے۔''

فقہ وفتاویٰ

احکام ومسائل

شیخ عبدالوحید ساجد (شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

سوال مسئلہ یہ ہے کہ بعض بنک مثلاً الفلاح اسلامی بنک، البرکہ بنک، میزان بنک، بنک الحبیب اور بنک دبئ الاسلامی وغیرہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رقم فکس کرنے پر جو منافع ملتا ہے وہ سود نہیں ہے کیونکہ ہم مضاربت کے تحت سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا یہ بات درست ہے۔ قرآن وسنّت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود میں رہتے ہوئے فیصلہ کرسکوں۔ حافظ محمد عثمان حافظ آباد روڑ گلی بھٹی سویٹ والی گوجرانوالہ

جواب میرے علم کے مطابق پاکستان میں جتنے بینک (بشمول جنکا سوال میں ذکر کیا گیا ہے) سب سودی نظام کے تحت کام کرتے ہیں اگرچہ ان کا دعویٰ یہی ہے کہ وہ کھاتہ داروں کی رقم کو کاروبار میں لگاتے ہیں اور سرمایہ جمع کرنے والوں کی حیثیت ایک شریک کی ہے لیکن زمینی حقائق اس دعویٰ کے منافی ہیں۔ سودی رقم کو ''مارک اپ'' یا بینک کے ساتھ اسلامی، فلاح، برکت، میزان اور عدل جیسے حسین الفاظ لگا دینے سے سود کی نفی یا اسکا حلال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ سب سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے سے سودی نظام میں جھکڑنے کے ہتھکنڈے اور حیلے ہیں جن سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے۔'' (سورۃ البقرہ 275)

نیز فرمایا: ﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ﴾

''اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کیلئے (تیار ہوتے ہو) اور اگر توبہ کرلو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس

میں نہ اوروں کا نقصان اور نہ تمہارا نقصان۔'' (سورۃ البقرہ 279)

سوال اسلام میں سگریٹ نوشی کا کیا حکم ہے؟ اور مکروہ اور حرام میں فرق بھی واضح فرمادیں۔

جواب شراب، حقہ، تمباکو اور دوسری نشہ آور اشیاء حرام ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: کل مسکر حرام کہ ہر چیز جو نشہ کرے وہ حرام ہے۔ (صحیح مسلم)

شرف الدین الحمیر یطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وضابط المکروہ عکس ما ندب کذٰلك الحرام عکس ما یجب۔ اسکی شرح میں شیخ عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فالعکس ان المکروہ ھو ما فی ترکہ الثواب ولم یکن فی فعلہ العقاب ۔یعنی جس کام کو ترک کرنے میں ثواب ہو لیکن وہ کام سرزد ہونے پر گناہ نہ ہو۔ نیز فرماتے ہیں:

فیکون المحرم ما عوقب فاعلہ و اثیب تارکہ۔

''یعنی ایسا کام جس سے شریعت نے حتمی طور پر منع کر دیا ہو اس کے چھوڑنے والے کو ثواب ملے گا اور کرنے والے کو سزا ملے گی۔''

سوال اگر نماز جمعہ کے دوران وضوء ٹوٹ جائے تو بعد میں 2 رکعت (نماز جمعہ) ادا کی جائے گی یا 4 رکعت (نماز ظہر) ادا کی جائے گی؟

جواب اگر اس کو امام کے ساتھ کم از کم ایک رکعت ادا کرنے کا موقع ملا ہے تو وہ صرف 2 رکعت ادا کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ)) ترمذی: (٥٢٤)

''جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی تو اس نے (جمعہ کی نماز) پالی۔''

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا﴾

''اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں بناتے۔''

سوال میاں بیوی میں سے کسی ایک کی وفات کے بعد ان کے مابین نکاح ختم ہو جاتا ہے کہ نہیں؟ اور کیا غیر محرم مرد میّت عورت کو کندھا دے سکتا ہے؟

جواب شرعی نصوص کی موجودگی میں رائے اور قیاس زنی کوئی صائب عمل نہیں نظامِ وراثت اس کا بیّن

ثبوت ہے نیز رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((مَا ضَرَّكِ لَوْ مُتِّ قَبْلِي فَقُمْتُ عَلَيْكِ فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ))

''یعنی اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو میں تمہیں غسل دوں گا اور کفن پہناؤں گا۔''

(سنن ابن ماجه ، كتاب الجنائز)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِن أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَائُهُ۔))

''اگر مجھے اس معاملے کا پہلے علم ہو جاتا جس کا مجھے تاخیر سے علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کی اُزواج ہی غسل دیتیں۔'' ابوداود: (۳۱٤۱) حسن

نبی کریم ﷺ کی پیاری بیٹی سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اُبوطلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا تھا۔ (صحیح بخاری) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میّت عورت کو غیر محرم کندھا دے سکتا ہے۔

راستے کے حقوق

مراسلہ: عبداللہ طاہر

① راستوں اور چوراہوں پر بیٹھنا منع ہے۔

اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ فِي الطُّرُقَاتِ.

''تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو''۔ بخاری، الاستیذان: (٦٢٢٩)

② اگر مجبوراً راستے پر بیٹھنا ہو تو اس کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں۔

③ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے حق یہ ہیں:

④ غَضُّ الْبَصَرِ (نگاہ نیچی رکھنا) یعنی غیر محرم پر نہ پڑے۔

⑤ كَفُّ الْأَذٰى (تکلیف دہ چیزوں کو راستے سے ہٹا دینا)۔

⑥ رَدُّ السَّلَامِ (سلام کا جواب دینا)

⑦ اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ (نیکی کا حکم)۔ ⑧ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ (برائی سے منع کرنا)۔

بخاری، الاستیذان: (٦٢٢٩)

عذاب قبر پر منکرین کے اشکالات کا تنقیدی جائزہ

مولانا رفیق طاہر (ملتان)

سب سے پہلے تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ عذابِ قبر برحق ہے۔ قبر و برزخ کے اندر سزا و جزا کا ہونا درست ہے، اللہ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں، مرنے کے بعد قیامت سے پہلے ان کی روحیں ان کے بدنوں میں لوٹا دی جاتی ہیں، انہیں راحت و آرام پہنچتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندے ہوتے ہیں، ان کی روحیں، مرنے کے بعد قیامت سے پہلے ان کے بدنوں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور ان کو سزا و عقاب ہوتا ہے۔ قبر و برزخ کے اس عذاب یا ثواب و جزا پر بہت سی آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں۔

مثلاً: ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَآئِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ﴾

''کاش کہ آپ دیکھ لیں جب ظالم لوگ موت کے سکرات میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو پھیلانے والے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ اب تم اپنی جانیں نکالو آج تمہیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔''

یعنی جس دن بندے کی روح نکالی جا رہی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اسی دن ہی عذاب اس کو دیا جائے گا۔ اور اسی دن قیامت نہیں قائم ہوئی بلکہ یہ قبر و برزخ والا عذاب ہے۔

عذاب قبر کہاں ہوتا ہے؟

کچھ لوگ ایک اعتراض کرتے ہیں کہ بندہ ابھی فوت ہوا ہے، سامنے اس کی میت پڑی ہوئی ہے، اس کو اگلے دن دفنایا جائے گا، لیکن قرآن مجید فرقان حمید کی یہ آیت کہہ رہی ہے کہ جس دن روح نکلی، اس کے بعد اسی دن عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ چاہے اس دن میت دفن کی جائے یا نہ۔ تو اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ عذابِ قبر تو ہوتا ہے لیکن اس دنیا والی قبر میں نہیں، یہ قبر و برزخ کہیں آسمانوں میں ہے، جہاں پر عذاب ہوتا ہے اور لوگوں کو راحت بھی پہنچائی جاتی ہے۔

یہ اعتراض کرنے کے بعد چند ایک دلائل ایسے بھی پیش کیے جاتے ہیں جن میں مرنے کے بعد جنت کی نعمتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً: اللہ رب العالمین شہداء کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران :169) ''زندہ ہیں اللہ کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔''

نیز فرمایا : ﴿فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ﴾

''اللہ نے جو کچھ اپنے فضل سے دیا ہے یہ لوگ اس پر خوش بھی ہیں۔ ان کو خوشخبریاں بھی دی جاتی ہیں۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ شہداء احد کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں میں ہیں، وہ جنت کے جو مرضی پھل چاہیں، کھائیں، خوشہ چینی کریں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس قبر کے اندر عذاب اور سزا نہیں بلکہ عذاب کیلئے آسمانوں سے اوپر کوئی برزخ و قبر ہے، جہاں پر اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اور روح اس جسم کے اندر نہیں لوٹتی، بلکہ اس روح کو ایک نیا جسم دیا جاتا ہے۔

اعتراض کا جواب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ﴿وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ ''اس مرنے والے کے درمیان اور دنیا والوں کے درمیان آڑ اور پردہ ہے۔'' نیز فرمایا : ﴿أَحْيَاء وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ﴾ (البقرۃ : 154) ''یہ زندہ ہیں, ان کی زندگی کا تمہیں شعور نہیں ہے۔''

یعنی یہ غیب کی باتیں ہیں، جن کے بارے میں ہمارا علم صرف اس قدر ہے جس قدر اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتا دیا ہے، ایک مؤمن بندے پر لازم ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے، اس پر غیر مشروط ایمان لائے۔ اس کی سمجھ اور عقل میں کوئی بات آتی ہے، پھر بھی مانے، اس کی عقل اور سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی، پھر بھی مانے۔ یہ ایمان لانے کا تقاضا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : ''شیطان انسان کے دماغ میں وسوسہ پیدا کرتا ہے، دل کے اندر خیال ڈالتا ہے، فلاں کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں کو کس نے پیدا کیا؟ شیطان دماغ میں سوال کھڑا کرتا ہے من خلق اللہ تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب تم ایسا وسوسہ پاؤ تو سمجھ جاؤ کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہیں اس کے شر سے، اس کے وسوسہ سے محفوظ رکھے اور کہو آمنت باللہ''

(صحیح مسلم کتاب الإیمان باب بیان الوسوسة من الإیمان (134)

یہ ایمان کا بنیادی اصول اور قاعدہ ہے کہ اللہ رب العالمین کے فرامین اور امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرامین کو من وعن، بلا چوں چرا، تسلیم کیا جائے۔ سو اللہ رب العالمین نے جیسی خبر قرآن مجید میں دی ہے، نبی ﷺ نے جیسی خبر حدیث میں دی ہے، ہماری عقل اس کو سمجھنے سے اگر کوتاہ ہے تو ہوتی رہے۔ ہمارا کام ایمان لانا ہے۔ بہت ساری باتیں ایسی ہیں جو انسان کی عقل سے بالاتر ہیں۔ انسان کی عقل چھوٹی سی اور محدود سی۔ اور اللہ رب العالمین کا علم بڑا وسیع ہے، اللہ تعالیٰ کی کائنات بڑی وسیع ہے۔ انسان کی عقل میں سما نہیں سکتی۔

اب دیکھئے ! یہ اعتراض کہ قبر میں تو اس کو دفنایا ہی نہیں گیا۔ اور منکرینِ عذاب قبر، جو کہتے ہیں کہ عذابِ قبر ہوتا ہی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ کئی بندے ایسے ہیں جن کو قبر ملتی ہی نہیں۔ بم بلاسٹ ہو گیا، چیتھڑے بکھر گئے۔ کسی کو جانور کھا گئے، کسی کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ سمندروں میں بہا دیا گیا، اس کو تو قبر ملی ہی نہیں۔ تو پہلے یہ سمجھ لیں کہ اللہ رب العالمین کے ہاں قبر کیا ہے؟

قبر کیا ہے؟؟؟

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید فرقان حمید میں وضاحت کی ہے : ﴿ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ﴾ (عبس : 21) اللہ رب العالمین نے انسان کو زندگی دی اور زندگی کے کچھ عرصہ بعد موت دی تو مرتے ہی اس کو قبر دی۔

موت کس کو آئی ہے؟ انسان کو، جو انسان روح وجسم کا مجموعہ تھا۔ جو زمین پر چلتا تھا تو یہ روح وجسم

کا مجموعہ تھا ! ﴿ثُمَّ أَمَاتَهُ﴾ اللہ نے جب تک چاہا اس کو زندگی بخشی، پھر کچھ عرصہ بعد اللہ نے اسے موت دی ﴿فَأَقْبَرَهُ﴾ (عبس : 21) ''پھر اسی روح وجسد کے مجموعے کو اللہ رب العالمین نے قبر عطا کر دی۔''

عربی زبان کا اصول ہے ''فا'' اور ''ثم'' ان دونوں کا مطلب ہوتا ہے بعد، پھر ثم کا معنی بھی پھر اور فا کا معنی بھی پھر لیکن تھوڑا سا فرق ہے۔ ثم کے اندر لفظ زیادہ ہیں، اس کا معنی ذرا وسیع ہے۔ تھوڑی سی مہلت ثم کا معنی ہوتا ہے کہ ثم سے پہلے جو لفظ استعمال ہوا ہیا ور بعد میں جو لفظ استعمال ہوا ہے ان دونوں کے درمیان کچھ وقفہ ہے۔ اور فا کا معنی ہوتا ہے کہ فا سے پہلے جو لفظ استعمال ہوا ہے اور جو بعد میں استعمال ہوا ہے ان دونوں کے درمیان وقفہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: '' ثُمَّ'' تھوڑے سے وقفے کے بعد أَمَاتَهُ اس کو موت دی۔ فَ موت دینے کے فوراً بعد ﴿أَقْبَرَهُ﴾ اس کو قبر دے دی۔ تو نتیجہ کیا نکلا کہ مرنے کے بعد بندے کا جسم اور روح جہاں پر بھی ہو، چاہے وہ چارپائی پر پڑا ہو، چاہے زمین کے نیچے دبا دیا گیا ہو، چاہے ریزہ ریزہ ہو گیا ہو، جل کر راکھ ہو جائے، وہ اس کی قبر ہے۔ مرنے کے بعد بندے کا جسم اور روح جہاں پر ہوگی، وہ اس کے لیے قبر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے : ﴿ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ﴾ (عبس : 21)

مسعود الدین عثمانی اور اسکے پیروکار جس آسمانی برزخ وقبر کے دعویدار ہیں اس میں تو انکے زعم کے مطابق صرف مرنے والے کی روح جاتی ہے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ تو نہیں کہا : فاقبر روحہ اللہ نے اس کی روح کو قبر دی، ۔ بلکہ فرمایا ہے : فَأَقْبَرَهُ جس کو اللہ نے موت دی ہے اسی کو اللہ نے قبر دی ہے۔ موت روح وجسم کے مجموعہ ایک انسان کو ملی ہے، تو قبر بھی اکیلی روح کو نہیں، اکیلے جسم کو نہیں کیونکہ اللہ نے فاقبر روحہ فاقبر جسدہ نہیں فرمایا یعنی کہ اللہ نے اس کی روح کو قبر دی، یا اللہ نے اس کے جسم کو قبر دی۔ بلکہ فرمایا ہے : ﴿ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ﴾ (عبس : 21) اللہ نے اس روح وجسم کے مجموعہ انسان کو موت دی اور پھر اسی روح وجسم کے مجموعہ کو قبر بھی عطا کی ہے۔ اسی ایک آیت سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ مرنے کے فوراً بعد بندے کا جسم اور روح جہاں پر ہوتی ہے وہ اس کیلیے قبر ہے۔ اور یہ بھی علم ہو گیا کہ مرنے کے بعد بندے کے جسم میں اس کی روح لوٹتی ہے، کیونکہ مرنے کے بعد روح لوٹی

ہے تو روح وجسم کے مجموعے کو قبر ملی ہے !اگر روح علیحدہ ہوتی ،اور جسم علیحدہ ہوتا تو پھر فاقبر روحہ واقبر جسدہ آنا چاہیے تھا، علیحدہ علیحدہ ہوتی بات۔لیکن ایسا نہیں ہے۔

موت کسے کہتے ہیں؟

ایک یہ اشکال پیدا کرتے ہیں کہ اگر روح مرنے کے بعد بندے میں لوٹ آتی ہے، پھر تو بندہ زندہ ہوگیا، پھر تو مردہ تو نہ رہا۔ کیونکہ بندے کے جسم میں روح ہو تو بندہ زندہ ہے، روح نہ ہو تو بندہ فوت شدہ ہے۔اسکی بنیاد انکا یہ اصول ہے کہ : جسم کے اندر روح کی موجودگی کا نام زندگی ہے اور جسم سے روح کے نکل جانے کا نام موت ہے۔حقیقت میں موت اور زندگی کی یہ تعریف ہی غلط ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ بندے کے جسم میں روح نہیں ہوتی ،لیکن بندہ زندہ ہوتا ہے۔اور قرآن مجید میں ہی اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ بندے کے جسم میں روح ہوتی ہے اور بندہ مردہ ہوتا ہے۔لہٰذا یہ تعریف کرنا موت کی کہ روح کا جسم سے نکل جانا موت ہے، یہ تعریف ہی غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر میں بیان فرمایا ہے : ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ ''اللہ روحوں کو موت کے وقت بھی نکال لیتا ہے اور نیند کے وقت بھی نکال لیتا ہے۔''

سوئے ہوئے کو مردہ نہیں زندہ ہی مانا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اللہ سوئے ہوئے کی روح کو نکال لیتا ہے اور حالت نیند میں جس کو موت دینی ہوتی ہے، اس کی روح کو تھوڑی دیر کے لیے روک لیتا ہے۔جس کو موت نہیں دینی ہوتی ، اس کی روح کو واپس جسم میں لوٹا دیتا ہے، جس میں روح واپس آتی ہے تو بندہ جاگ جاتا ہے، بیدار ہو جاتا ہے۔یعنی نیند کی حالت میں بندے کے اندر روح نہیں ہوتی ۔لیکن کیا وہ مردہ ہے؟ یقیناً نہیں۔ساری کائنات اس کو زندہ مانتی ہے کہ یہ زندہ ہے، مردہ نہیں ہے۔لہٰذا موت کی یہ تعریف کرنا کہ روح جسم سے نکل جائے تو موت ہوتی ہے، غلط قرار پاتی ہے۔موت کی یہ صحیح تعریف نہیں ہے۔

موت کی صحیح تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے :

﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ ''مردہ ہیں، زندہ نہیں۔''(النحل :21)

یعنی موت کی تعریف یہ ہے : دنیوی زندگی کے ختم ہوجانے کا نام موت ہے۔ دنیوی زندگی کے ختم ہوجانے کا نام موت ہے۔ لہٰذا روح کا جسم میں لوٹ آنا یہ دنیاوی زندگی کو مستلزم نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ زندہ ہوگیا۔ قیامت سے قبل مرنے والے کے جسم میں روح کا لوٹنا قرآن سے ثابت ہے اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ ہے !!!

اعادہ روح پر دوسری قرآنی دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ﴾ ''ان میں سے کسی کو موت آتی ہے، تو وہ کہتا ہے : اے اللہ! مجھے واپس لوٹا دیجئے۔''(المؤمنون :99)

مرنے کے بعد وہی کہہ رہا ہے جس کو موت آئی ہے۔ تو روح اور جسم کے مجموعے کو آئی تھی۔ کیونکہ جب زندہ تھا تو روح وجسم کا مجموعہ تھا ! اکیلا جسم نہیں تھا , نہ ہی اکیلی روح تھی۔ مرنے کے بعد روح اور جسم کا مجموعہ یہ کلمات کہہ رہا ہے۔ تو ثابت ہوگیا کہ مرنے کے بعد روح اور جسم اکھٹے ہوتے ہیں۔ تو روح کا لوٹنا بھی قرآن مجید سے ثابت ہوگیا۔ اس میں اشکال والی بات ہی کوئی نہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ اس کی روح کہتی ہے : مجھے واپس جسم میں لوٹا دو۔ عجیب عجیب قرآن کی تاویل کرتے ہیں۔ سچ کہا تھا کسی نے:

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے کردیتے ہیں قرآن کو پاژند

اللہ نے یہ تو نہیں کہا کہ جب ان میں سے کسی موت آتی ہے تو قال روحہ اس کی روح کہتی ہے: مجھے لوٹاؤ۔ روح کا لفظ تو اللہ نے نہیں بولا، اپنی طرف سے لگا رہے ہیں۔ اللہ کہہ رہا ہے کہ جس کو موت آئی تھی وہی کہہ رہا ہے کہ مجھے لوٹاؤ تا کہ میں نیک اعمال کروں۔ اللہ فرمائے گا:

﴿كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾

(المؤمنون :100)

ہرگز ایسا نہیں ہوگا ہاں ! یہ بول یہ ضرور بولے گا۔ ان کے اور دنیا کے درمیان قیامت تک کے لیے اب ایک آڑ اور برزخ ہے۔''

تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے کہ بندے کے جسم میں روح لوٹتی ہے۔اور رسول اللہ ﷺ نے واضح لفظوں میں فرمایا ہے :((فتعاد روحه فی جسده)) بندہ نیک ہو بد ہو، دونوں کی روح مرنے کے بعد جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔

سنن ابی داؤد4753)) , مسند احمد389)ط:الرسالة)

آسمانی قبر میں جزاء وسزا ہونے کا عقیدہ قرآن وحدیث دونوں کے خلاف ہے!

منکرین حدیث کا عقیدہ ہے کہ عذاب وثواب اس زمین والی قبر میں نہیں بلکہ آسمانوں والی قبر میں ہوتا ہے، اور وہ اس بات کا بہت ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔لیکن انکا یہ عقیدہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں کے متضاد ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :اور جو بد آدمی ہے اس کی روح کو نکالا جاتا ہے، شدت کے ساتھ، سختی کے ساتھ، بدبودار ٹاٹ کے اندر اس کو لپیٹا جاتا ہے۔اور اس کو آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے، آسمانوں کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے،لیکن دروازہ آسمان کا نہیں کھلتا۔ساتھ ہی نبی ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کردی۔ ﴿لاَ تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاء﴾ان کیلیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ ﴿وَلاَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ﴾ یہ جنت میں بھی نہ جائیں گے ﴿حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (الأعراف: 40) حتی کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے داخل ہوجائے۔جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے داخل نہیں ہوجاتا تب تک نہ تو ان کیلیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی یہ جنت میں داخل ہوسکیں گے۔ مسند احمد389

دوسروں پر کفر کے فتووں کی توپ چلانے والے ذرا خود ہوش کے ناخن لیں۔اللہ تعالیٰ فرمارہے

ہیں : ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ﴾ دونوں کام نہیں ہو سکتے۔ نہ آسمان کے دروازے کھلیں اور نہ یہ جنت میں جائیں۔ ﴿حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ حتی کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روح کے جسم میں لوٹائے جانے کا عقیدہ ہے رسول اللہ ﷺ کا عقیدہ ہے۔

برزخ کیا چیز ہے؟؟؟

یہ بھی سمجھ لیجئے کہ برزخ کیا چیز ہے؟ اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (المؤمنون :100) ان کے (یعنی جس کو موت آئی تھی۔ موت کس کو آئی تھی؟ روح وجسم کے مجموعے کو ,اس روح وجسم کے اس مجموعے کے) درمیان اور ﴿رَبِّ ارْجِعُونِ﴾ (المؤمنون : 99) ان کی اس بات کے جواب کے درمیان یعنی دنیا میں لوٹنے کے درمیان آڑ ہے۔ تو برزخ کیا ہے؟ مرنے کے بعد بندے کی روح اور جسم جہاں ہوتا ہے وہی اس کے لیے قبر ہے اور وہی اس کیلیے برزخ ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے۔

ایک اعتراض کہ دنیاوی قبر تو مرقد ہے عذاب قبر کے منکرین کہتے ہیں کہ اگر قبر میں عذاب ہوتا ہے تو قیامت کے دن مشرکین کہیں گے ﴿يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا﴾ ہمیں ہماری مرقد آرام گاہ سے کس نے بیدار کیا ہے؟ آرام گاہ تو کہا جاتا ہے آرام کرنے کی جگہ کو۔ اگر عذاب ہوتا ہے تو اس کو عذاب گاہ کہنا چاہیے۔ آرام گاہ نہیں کہنا چاہیے۔

اولا : مرقد کا معنی آرام گاہ نہیں ہوتا۔ یہ معنی ہی غلط ہے۔ غلط معنی کر کے اس پر ایک غلط عقیدے کی بناء استوار کیا جا رہی ہے۔ لہٰذا اعتراض ہی غلط ہے۔

ثانیا : فرض کر لیا کہ مرقد کا معنی آرام گاہ ہے ,اور یہ قبر آرام گاہ ہی ہے۔ تو اس پر سوال اٹھتا ہے کہ آرام اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے یا نہیں؟ یقیناً نعمت ہے ! تو پھر جزا مل گئی !! اگر مرقد کا معنی آرام گاہ کرتے ہو تو پھر قبر میں جزا تو مل گئی۔ سزا کا تم کہتے ہو کہ نہیں ملتی، جزا تو پھر بھی مان ہی گئے ہو۔ تو جب

جزا قبر میں مل سکتی ہے تو سزا کیوں نہیں؟ تو اپنے معنی پر بھی یہ لوگ پھنستے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ثالثا :اللہ تعالی نے قرآن مجید فرقان حمید میں قیامت سے پہلے ایک صعقہ یعنی بے ہوشی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ﴾ (الزمر:68) ۔ یعنی روز محشر صور پھونکا جائے گا۔تو فوراً زمین وآسمان کے تمام تر مخلوق بے ہوش ہو جائے گی سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالی بچالے پھر اسکے تھوڑی دیر بعد دوسرا صور پھونک جائے گا تو سارے ہی کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں دو صوروں کے درمیان ایک بے ہوشی کا تذکرہ ہے۔کہ پہلے صور کے بعد بے ہوشی ہوگی اور پھر تھوڑی دیر بعد دوسرا صور پھونک جائے گا تو سبھی ہوش میں آ جائیں گے۔یہ لوگ جنہیں سزا مل رہی تھی پہلے صور کے بعد بیہوش ہوں گے انہیں بے ہوشی کی وجہ سے عذاب کا احساس ختم ہو جائے گا تو جونہی دوسرا صور پھونک جائے گا یہ کہیں گے ﴿من بعثنا من مرقدنا﴾ ہمیں ہماری مرقد سے کس نے اٹھایا ہے۔مرقد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بندہ سوتا ہے۔خواہ سوتے میں تکلیف ہو یا راحت وآرام۔تو یہ بے ہوشی کی وجہ سے اسے مرقد کہہ رہے ہیں۔خوب سمجھ لیں۔

جوتا پہننے اور اتارنے کے آداب

انتخاب:مصعب طاہر

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں جانب سے شروع کرے''۔

مسلم، اللباس: (۲۷)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور جب (جوتا) اتارے تو بائیں جانب سے شروع کرے اور دایاں پاؤں دونوں میں سے پہلے ہو جس میں جوتا پہنا جائے اور دونوں سے آخری ہو جس سے جوتا اتارا جائے''۔ بخاری: (۵۸۵۶) تحفة الاشراف: (۱۰/۱۹۱)

روزہ، اعتکاف، نماز تراویح اور لیلۃ القدر کے احکام ومسائل

تحریر.....محمد عظیم حاصل پوری

عربی میں روزے کو ''صوم'' جس کے معنی امساک، روکنے کے ہیں یعنی خاص کاموں اور باتوں سے مقررہ وقت میں مخصوص شرائط کے ساتھ اپنے آپ کو روکنا، دوسرے الفاظ میں کھانے پینے اور بیوی کے پاس جانے اور گناہوں سے بچنے کا نام روزہ ہے۔ سبل السلام(۲/۸۵۹)

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک ہے ہر سال مسلمانوں پر ماہ رمضان کے روزے رکھنا فرض ہیں، رمضان المبارک کے روزے دو ہجری کو فرض ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے زندگی میں نو برس ماہ رمضان کے روزے رکھے۔

روزے کی فضیلت اور اجر وثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا کیونکہ وہ اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لیے ہی چھوڑتا ہے ،روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اندوز اور پسندیدہ ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے

چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔''

بخاری ، الصوم،باب هل يقول انی صائم اذا شتم(۱۹۰)ومسلم(۲۷۰۷)و النسائی(۲۲۱۵)

گناہوں کی معافی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاِحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

''جس نے ایمان اور احتساب (صرف اللہ سے اجر کی امید) کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ''

بخاری(۱۹۰۱)ومسلم(۷۶۰)

روزے دار کی دعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی: ((الصَّائِمُ حَتٰى يُفْطِرَ،وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ،وَدَعْوَةُ مَظْلُوْمٍ))

''① روزے دار حتی کہ روزہ افطار کرلے ② عادل حکمران ③ مظلوم کی دعا''

ترمذی، الدعوات فی العفووالعافية(۳۵۹۸)

روزہ چھوڑنے کا گناہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ آمین' آمین' آمین کہا۔کسی نے دریافت کیا' یا رسول اللہ! آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی مرتبہ ''جبریل امین علیہ السلام نے مجھے آ کر کہا: جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا' پھر بھی اس کی بخشش نہ ہوسکی اور نتیجتاً وہ آگ میں داخل ہوگیا تو اللہ اسے ہلاک و برباد کرے اور اپنی رحمت سے دور کرے۔(جبریل علیہ السلام نے کہا:) آپ آمین کہیں۔تو میں نے آمین کہی.....''

صحيح ابن حبان (۹۰۷) و مستدرك حاكم (۷۲۵۶) و صحيح ابن خزيمة (۱۸۸۸) حسن

چاند دیکھنے کی دعا

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

((اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ))

«« اے اللہ! اس چاند کو ہمارے لیے امن وایمان، سلامتی اور اسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما، اے چاند! میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔''

ترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول عند رؤیة الهلال(٣٤٥١)

روزہ کی نیت

فرض روزوں کے لیے ہر روز رات کو طلوع فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ يُبَيِّتِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ))

''جس نے فجر سے پہلے روزے کی پختہ نیت نہ کی تو اسکا روزہ نہیں''

ابو داؤد(٢١٣)ترمذی(٨٣٠)

جبکہ نفلی روزے کی نیت دن کے وقت بھی کی جاسکتی ہے۔صحیح البخاری (١٩٢٤)

نیت دل سے ہے زبان سے نہیں

نیت کا محل دل ہے نہ کہ زبان اور دل کے ارادے کا نام نیت ہے۔ یہ جو عام کیلنڈروں میں روزے کی نیت کے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔(وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ) بالکل بے اصل ہیں، ان الفاظ کا پڑھنا درست نہیں کیونکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔

سحری کھانا

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں کے درمیان حدِ فاصل سحری کھانا ہے''۔ صحیح مسلم (١٠٩٦)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَةٌ))

''سحری کا کھانا کھاؤ، بے شک سحری کے کھانے میں برکت ہے۔'' صحیح البخاری (۱۹۲۳)

سحری تاخیر سے کھانی چاہئے اذانِ فجر اور سحری کھانے کا درمیانی وقت تقریباً پچاس آیات (پڑھنے کے برابر) کا ہونا چاہئے۔صحیح البخاری (۱۹۲۱)

اگر سحری کھاتے اذان ہو جائے تو فوراً کھانا چھوڑ دینا ضروری نہیں بلکہ حسب ضرورت کھایا جا سکتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعَ اَحَدُکُمُ النِّدَاءَ وَالْاِنَاءُ عَلٰی یَدِہٖ فَلَا یَضَعْہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہٗ مِنْہُ))

''جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور (کھانے پینے) کا برتن اسکے ہاتھ میں ہو تو اسے رکھے مت بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرے'' ابو داؤد (۲۳۵۰) الصحیحة (۱۳۹٤)

افطاری کا وقت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ ﴾ [البقرہ: ۱۸۷]

''پھر رات تک (اپنے) روزے پورے کرو۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب رات آئے اور دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے کے افطار کا وقت ہو گیا''

بخاری (۱۹۵٤) ومسلم (۱۱۰۰)

افطاری جلد کرنا اور سحری تاخیر سے کھانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا بِتَعْجِیْلِ فِطْرِنَا وَتَاْخِیْرِ سُحُوْرِنَا))

''بیشک ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہمیں جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کا حکم دیا گیا ہے''

الصحیحة (۳۷٦/٤) طبرانی کبیر (۱۱٤۸۵)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوْا الْفِطْرَ))

''لوگ جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے ہمیشہ خیر وعافیت سے رہیں گے''

بخاری(۱۹۵۷)ومسلم(۱۰۹۸)

روزہ کھولنے کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے

((ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاء اللّٰه))

''پیاس ختم ہوگئی رگیں تر ہوگئیں اور (روزے دار) کا اجران شاءاللہ ثابت ہوگیا''

ابو داؤد(۲۳۵۷)نسائی فی السنن الکبریٰ(۳۳۲۹)

جس چیز سے چاہو روزہ افطار کرو مگر سنت...!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُفْطِرُ عَلٰى رُطَبَاتٍ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٍ فَعَلٰى تَمَرَاتٍ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَمَرَاتٍ حَسَاحَسَوَاتٍ مِنْ مَّاءٍ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوہاروں سے روزہ افطار کرتے اگر چھوہارے نہ ہوتے تو پانی چند گھونٹ پی لیتے'' ترمذی،الصوم(۹۶۹)

روزہ افطار کروانے کا اجر

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُنْقَصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا))

''جس نے روزے دار کا روزہ افطار کرایا اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا اجر روزے دار کیلئے ہوگا اور روزے دار کے اجر سے کوئی چیز کم نہ ہوگی'' ترمذی،الصوم(۶۴۷)

روزہ افطار کرانے والے کو بھی دعا دو

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کیا اور پھر انہیں یہ دعا دی

((اَفْطَرَ عِنْدَ كُمُ الصَّائِمُوْنَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ))

''روزے داروں نے تمہارے ہاں افطاری کی اور نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں'' ابو داؤد(٣٨٥٤)ابن ماجه(١٧٤٧)

روزہ میں جائز امور

① دوران روزہ سرمہ لگانا جائز ہے۔ ابن ماجه(١٦٧٨)صححه البانی

② حالت جنابت میں سحری کھالینا اور غسل بعد میں کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ کو (بعض اوقات) اس حالت میں فجر ہوتی کہ آپ ﷺ جنبی ہوتے سحری کھالیتے اور پھر غسل کرتے'' بخاری(١٩٢٦)ومسلم(١١٠٩)

③ روزے دار مسواک کرسکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِىْ لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ))

''اگر میں امت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا''

نبی کریم ﷺ کا یہ حکم عام ہے جو روزے دار اور غیر روزے دار کو شامل ہے۔صحابی رسول فرماتے ہیں کہ: ((رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ)) بخاری تعلیقا(١٩٣٤)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا''

④ ٹوتھ پیسٹ اگر حلق میں نہ جائے تو روزے دار کیلئے اسے کرنا بھی جائز ہے جبکہ مسواک استعمال کرنا سنت رسول ہے۔

⑤ بیوی کا بوسہ لینا بشرطیکہ خود پر کنٹرول ہو۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور بغل گیر ہوتے اور

آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے'' بخاری(۱۹۲۷)ومسلم(۱۱۰۶)

⑥ کسی چیز کو چکھنا جو حلق میں داخل نہ ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''ہنڈیا یا کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بخاری(۱۹۳۰)

⑦ آنکھ میں سرمہ لگانا یا دوائی کے قطرے ڈالنا

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ روزے دار کیلئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے'' بخاری(۱۹۳۰)

⑧ روزہ میں بھول کر کھالینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو روزہ دار بھول کر کچھ کھا پی لے تو (اسے چاہیے) کہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے'' بخاری(۱۹۳۳)ومسلم(۱۱۵۵)

⑨ گرمی کی وجہ سے روزے میں غسل کرنا

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی بہا رہے تھے اور روزے دار تھے'' ابوداؤد(۲۳۶۵)

⑩ سینگی یا پچھنے لگوانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا'' بخاری(۱۹۳۸)

ناجائز امور

① ناک میں پانی چڑھانا اور کلی کرنا:

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وضو اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھاؤ مگر روزہ کی حالت میں (ایسا نہ کرو)''

ابو داؤد (۲۳٦٦) ترمذی (۷۸۸)

② جھوٹ، غیبت، فحش باتیں، گالی گلوچ، لڑائی اور تمام برے افعال

رسول اللہ نے فرمایا: ''جو (روزہ دار) جھوٹ بولنا اور اس کے مطابق عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں'' بخاری (۱۹۰۳)

③ استقبال رمضان کے روزے رکھنا بھی درست نہیں۔ بخاری (۱۹۱٤)

روزہ توڑنے والے امور

① جان بوجھ کر کھانا، پینا۔ بخاری (۱۸۹٤)

لیکن بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بخاری (۱۹۳۳) مسلم (۱۱۵۵)

② جماع کرنا۔ بخاری (۱۹۳٦)، مسلم (۱۱۱)

اس کا کفارہ یہ ہے کہ: ایک گردن آزاد کرنا اس کی طاقت نہیں تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنا اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا۔ بخاری (۱۹۳٦) مسلم (۱۱۱۱)

③ جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جسے روزے کی حالت میں قے آجائے اس پر قضا نہیں اگر جان بوجھ کر قے کرے تو قضا دے''

ابو داؤد (۲۳۸۰) ترمذی (۷۱٦) صححه البانی

4 حیض (اور نفاس) کے شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بخاری (۱۹۵۱)

قیام اللیل (نماز تراویح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجزم حکم تو نہیں دیتے تھے البتہ قیام رمضان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

''جس نے ایمان کے ساتھ اور اجر وثواب کی امید سے قیام رمضان (نماز تراویح) میں شرکت کی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''

ترمذی، الصوم، باب الترغیب فی قیام رمضان وما جاء فیه من الفضل (۸۰۸) ومسلم (۷۵۹)

نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((مَاكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً))

''رمضان اور غیر رمضان میں نبی پاک ﷺ (رات کی نماز) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے'' بخاری(۱۱٤۷)ومسلم(۷۳۸)

اعتکاف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''نبی پاک ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے حتی کہ آپ ﷺ وفات پا گئے''

بخاری(۲۰۲٦)ومسلم(۱۱۷۲)

اعتکاف دس دن، بیس دن یا جتنا وقت بآسانی میسر ہو کیا جا سکتا ہے اعتکاف بیٹھنے کی جگہ صرف مسجد ہے، خواہ مرد بیٹھیں یا عورتیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ﴾

''اور تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو'' سورة البقرة(۲/۱۸۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''نبی پاک ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے حتی کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں'' بخاری(۲۰۲٦)ومسلم(۱۷۲)

اعتکاف کیلئے مسجد میں خیمہ لگانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے میں آپ ﷺ کیلئے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی اور آپ ﷺ صبح کی نماز ادا کر کے اس میں داخل ہو جاتے''

بخاری(۲۰۳۳)ومسلم(۱۱۷۳)

لیلۃ القدر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

''جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کرتا ہے۔ اسکے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں'' بخاری ،فضل لیلة القدر ،باب فضل اللیلة القدر (۲۰۱٤)ومسلم(۷٦۰)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ،تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ،سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾

''شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ یہ سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے'' سورة القدر (۵.۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا سات راتیں باقی رہ جائیں یا جب پانچ راتیں باقی رہ جائیں'' بخاری،لیلة القدر (۲۰۲۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شب قدر کی صبح کو سورج کے بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی' وہ ایسے ہوتا ہے جیسے تھالی اور جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ'' مسلم(۷٦۲)(۱۱۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شب قدر آسان اور معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس صبح کا سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اسکی سرخی مدہم ہوتی ہے'' ابن خزیمہ(۲۳۱/۳)حسن

شب قدر کی مخصوص دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شب قدر ہے تو میں کیا پڑھوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا پڑھو:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ)) ترمذی(۳۵۱۳)

''اے اللہ تو بہت معاف کرنیوالا ہے معاف کرنا تجھے پسند ہے پس مجھے معاف فرمادے''

میرا پسندیدہ شعر

اِحْفَظْ لِسَانَکَ اَیُّھَا الْاِنْسَانَ
لَا یَلْدِ غُنَّکَ اَنَّہٗ ثُعْبَان
کَمْ فِی الْمَقَابِرِ مِنْ قَتِیْلِ لِسَانِہ
کَانَتْ تَھَابُ لِقَاءَ ہُ الشُّجْعَان

''اے انسان اپنی زبان کی حفاظت کر۔ کہ کہیں یہ اژدھا تجھے ڈس نہ لے' کتنے ہی لوگ اپنی ہی زبان سے ڈسے ہوئے قبرستانوں میں پہنچ چکے ہیں' جس کی ملاقات سے بہادر انسان بھی گھبراتے ہیں''۔

آپ دوسروں کے دل کیسے جیت سکتے ہیں؟

ترجمہ: مجیب الرحمٰن سیاف

[یہ مضمون کیف تکسب قلوب الاخرین کا اردو ترجمہ ہے جو کویت سے شائع ہونے والے رسالہ ''امتی'' جنوری ۲۰۱۳ء شمارہ نمبر 86 سے لیا گیا ہے۔]

ہر شخص خواہش رکھتا ہے کہ وہ دوسروں کے دل جیتے اور معاشرتی زندگی محبّ ومحبوب کی حیثیت سے مودت ورحمت سے گزارے۔

آپ کے سامنے وہ تیر رکھے جارہے ہیں جن سے دل شکار ہو سکتے ہیں، مراد وہ فضائل وخصائل ہیں جن سے دل نرم کیے جاسکتے ہیں۔ عیوب چھپ سکتے ہیں اور لغزشیں نظر انداز ہوسکتی ہیں۔ عجب ہے کہ وہ کام آسان ہیں اور تکلف کی ضرورت بھی نہیں پڑتی لیکن اس کے باوجود ہم میں سے اکثر لوگ ان اوصاف حمیدہ سے پہلوتہی برتتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی بھائی سے ملاقات کے موقع پر مسکرا دینا، سلام میں سبقت کرنا وغیرہ۔ بھلا انہیں اپنانے میں کیا نقصان ہے؟ آیئے ذیل میں ہم چند سنہرے اصول پیش خدمت کرتے ہیں جن سے دوسروں کے قلوب واذہان کو اپنا گرویدہ بنایا جاسکتا ہے:

(۱)..... چہرے پر مسکراہٹ سجانا

اس کی حیثیت دل جیتنے کے لیے ایسے ہی ہے جیسے کھانے میں نمک، مسکراہٹ ایک سریع الاثر تیر ہے جس سے کسی دوسرے کے دل کو جیتا جاسکتا ہے اور پھر یہ عبادت اور صدقہ بھی ہے۔ جامع ترمذی میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ اَخِيْكَ صَدَقَةٌ» ترمذی:(۱۹۵۶)

''تیرا اپنے بھائی کو مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔''

عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی اور کو مسکراتے نہیں دیکھا۔

(۲).....سلام میں پہل کرنا

یہ وہ تیر ہے جو سیدھا دل کے اندر جا لگتا ہے اور دل آپ کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ چہرے کی مسکراہٹ و بشاشت کے ساتھ اگر گرم جوشی اور ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑنا بھی شامل ہو جائے تو پھر یہ سونے پہ سہاگے کا کام دیتا ہے، اس سے اجر بھی حاصل ہوتا ہے اور سب سے بہتر وہی ہے جو سلام میں پہل کرے۔ عمر الندی کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کیساتھ باہر نکلا تو آپ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کہتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مصافحہ محبت و مودت کو دوچاند کر دیتا ہے''

صحیح مسلم میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''کسی اچھے فعل کو حقیر مت جانو چاہے اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔''

مسلم:(۲۶۲۶)

موطا میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مصافحہ کیا کرو، کینہ ختم ہو جائے گا، تحائف کا تبادلہ کرو محبت بڑھے گی اور کدورتیں ختم ہو جائیں گی۔'' موطا:(۱۶)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ سب خندہ پیشانی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔''

(۳).....تحفہ دینا

یہ دل، کان، آنکھ کو اپنی طرف متوجہ کرتے کا عجیب نسخہ۔ اس کا اثر ہر تونگر و نادار اور صغیر و کبیر پر ہوتا ہے۔ مختلف مواقع پر تحائف کا تبادلہ ایک مستحسن امر ہے لیکن اگر تکلف سے پاک ہو۔ ابراھیم زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی قدر کے لئے عطیات سامنے کیے تو فرمانے لگے :اپنے گھرانے اور خاص افراد کی لسٹ بناؤ، میں نے بنا ڈالی، کہنے لگے یاد کرو کوئی رہ نہ گیا ہو میں نے جواب دیا کوئی نہیں جو رہ گیا ہو۔ فرمانے لگے: ہاں ایک شخص جو سر راہ مجھے ملا اس نے بڑے احسن انداز

سے سلام کیا، اس شخص کا حلیہ اس اس طرح کا ہے اس کے نام دس دینار لکھ دو۔'' توجہ فرمائیں کہ احسن انداز سے سلام کہنے کا کتنا اثر ہوا کہ وہ شخص اجنبی ہو کر بھی اجنبی نہ رہا اور ہدیہ کا مستحق بن گیا۔

(۴).....خاموشی اور کم گوئی

آواز بلند کرنے، زیادہ گفتگو کرنے اور مجلس پر اپنی دھاک بٹھانے کے شوق سے پرہیز کریں۔ عمدہ اور سلیس عبارت کا استعمال کریں۔ صحیحین میں ہے: ''اچھا بول بھی صدقہ ہے۔'' اچھے الفاظ کا چناؤ اپنے اندر ایک عجیب تاثیر رکھتا ہے جس سے بھی اسیر بن جاتے ہیں۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہود کے جواب میں فرمایا: تم پر موت اور لعنت ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''نرمی کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔'' مسلم: (۲۱۶۵)

ابو یعلی اور بزار وغیرھما حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حسن اخلاق اور خاموشی کو لازم پکڑو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان دونوں جیسی کوئی دوسری چیز نہیں ہے جس سے افراد کے افعال میں خوبصورتی (حسن) پیدا ہو سکتی ہو۔'' مسند ابو یعلیٰ: (۳۲۹۸) اسنادہ ضعیف

(۵).....غور سے گفتگو سننا

گفتگو کرنے والے کو ٹوکا نہ جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی بات کو کاٹتے نہیں تھے، یہاں تک کہ متکلم خود اپنی بات مکمل کر لیتا۔ جو شخص اس نسخہ پر عمل کرنے کا اپنے آپ کو عادی بنا لیتا ہے لوگ اس سے محبت بھی کرتے ہیں اور اسے اچھا بھی جانتے ہیں بخلاف اس شخص کے جو قطع کلامی بھی کرتا ہے اور گفتگو اچھی طرح سنتا بھی نہیں ہے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب کوئی شخص مجھ سے گفتگو کرتا ہے تو میں اس کی بات اس انداز سے سنتا ہوں گویا میں یہ بات پہلی بار سن رہا ہوں حالانکہ میں وہ بات اس کے پیدائش سے بھی پہلے سن چکا ہوتا ہوں''۔ سیر اعلام النبلاء: ۸۶/۵

(۶).....اچھا حلیہ بنانا

خوش شکل اور خوش لباس ہونا بھی ان اسباب میں سے ہے جن سے دوسروں کے دل جیتے جا سکتے ہیں۔
صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں۔'' مسلم:(۹۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''وہ نوجوان جو اچھے لباس میں اچھی خوشبو کا استعمال کر کے عبادت کے لیے آتا ہے مجھے اچھا لگتا ہے۔''

عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے اچھے اور صاف ستھرے لباس کے اہتمام میں اور داڑھی اور مونچھوں کے بال سنوارنے میں احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں دیکھا۔''

(۷).....احسان کرنا اور ضروریات پوری کرنا

اس سے بھی دل پر اچھا اثر پڑتا ہے ایک شاعر اپنی زبان میں یوں ترجمانی کرتا ہے۔

احسن الی النا س تستعبد قلو بهم فطا لما استعبد الانسا ن احسان

''حسن سلوک سے آپ لوگوں کے دلوں پر حکومت کر سکتے ہیں، انسان ہمیشہ سے احسان کا غلام آ رہا ہے۔''

بلکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ کی محبت بھی حاصل ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«اَحَبُّ النَّا سِ اِلَی اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ »

''لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر اللہ کا وہ بندہ محبوب ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو فائدہ دیتا ہے۔'' المعجم الکبیر للطبرانی:(۱۳٦٤٦)

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَاَحْسِنُوْ ااِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۹۵)

''اورتم احسان کرو یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں''

کسی شاعر کا قول ہے:

اذا انت صا حبت الرجا ل فکن فتی مملو کا لکل رفیق

''لوگوں کیساتھ اس انداز سے رہیں کہ ایسا معلوم ہو کہ آپ ہر دوست کے غلام ہیں''

و کن مثل طعم الما ء عذبا و با ردا علی ا لکبد الحری لکل صدیق

''ہر دوست کے لیے ایسے اطمینان وسکون کا باعث ہوں جیسے میٹھا انتہائی ذائقہ دار اور میٹھا پانی دلوں کے سکوں کا سبب ہوتا ہے۔''

کسی نے کیا خوب کہا تھا:

''اس پر تعجب ہے جو اپنے مال کے ذریعے غلام خرید لیتا ہے، لیکن آزاد لوگوں کو اپنے احسان سے نہیں خرید سکتا، جو جتنا زیادہ احسان کرے گا اسی قدر اس کے حواری بڑھیں گے۔''

(۸).....مال لوٹانا

ہر دل کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے اس دور میں مال ہر دل کی کمزوری ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''میں ایک شخص کو مال دیتا ہوں حالانکہ کوئی اور اس سے بڑھ کر مجھے محبوب ہوتا ہے اس ڈر سے (مال دیتا ہوں) کہیں اسے اللہ جہنم میں اوندھے منہ نہ ڈال دے''۔بخاری:(۲۷)

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ جس نے اسلام کی اشاعت کو روکنے اور نبی ﷺ کے قتل کے مذموم ارادے کی تکمیل کے لیے اپنی تمام تر توانائی خرچ کی۔ فتح مکہ کے دن مسلمانوں سے ڈر کر بھاگا نبی ﷺ نے پناہ دی تو آپ ﷺ کے پاس آ گیا اور آپ سے اسلام قبول کرنے کے لیے دو ماہ کی مہلت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے چار ماہ کی مہلت ہے''۔ نبی ﷺ کے ساتھ حنین اور طائف کی طرف نکلا ابھی تک کافر ہی تھا طائف کے محاصرہ کے بعد نبی ﷺ مال غنیمت کا جائزہ لے رہے تھے اسی دوران صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اونٹوں، بکریوں، اور چرواہوں سے بھری وادی کو بڑے غور سے دیکھ رہا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

''اے ابو وھب! کیا تجھے یہ پسند ہے؟ جواب دیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سب تیرا ہے۔'' اسی وقت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس قدر فراخ دل صرف نبی ہوسکتا ہے اور اپنی زبان سے ''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ'' کہا اور اسلام قبول کرلیا۔ سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ۲۵٤/۵

نبی ﷺ نے تالیف قلب کی خاطر یہ سب معاملہ کیا۔

ہمارے اندر بخل اور کنجوسی کیوں ہے؟ کیوں ہم لوگوں کو اپنے عطیات سے نہیں نوازتے؟ کیا اس خوف سے کہیں جود وسخا کی وجہ سے ہم فقیر ومحتاج نہ ہوجائیں؟

(۹).....حسن ظن رکھنا اور عذر قبول کرنا

دل تک پہنچنے کا سب سے آسان اور افضل طریقہ یہ ہے کہ اپنے ماحول میں موجود افراد کے بارے حسن ظن رکھیں۔ بدگمانی سے بچیں اور ان کی حرکات وسکنات پر کڑی نظر رکھنے کی بجائے ان کی کوتاہیوں سے بھی صرف نظر کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ بدگمانی کا یہ سلسلہ تمہیں بھول بھلیوں میں الجھا دے۔

متنبّی کہتا ہے:

اذا ساء فعل المرء ساء ت ظنونہ وصدق مایعتادہ من توھم

''جب آدمی کے افعال برے ہوں تو گمان بھی برے ہوجاتے ہیں اور ان توہمات کی تصدیق کر بیٹھتا ہے جن کا وہ عادی ہوتا ہے۔''

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مومن اپنے بھائیوں کی عذر خواہی کرتا ہے اور منافق ان کے عیوب تلاش کرتا ہے۔''

(۱۰).....محبت ومودت کا اظہار کرنا

جب آپ کو کسی سے محبت ہوجائے یا آپ کے دل میں کسی کو خاص مقام مل جائے تو پھر اسے بتلا دینا چاہیے کیونکہ یہ ایسا تیر ہے جس سے دل شکار ہوجاتے ہیں اور افراد قیدی بن جاتے ہیں۔

صحیح الجامع میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''جب تم میں سے کسی کو اپنے ساتھی سے محبت ہو جائے تو اس کے گھر آ کر اسے بتلائے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے''۔ صحیح جامع صغیر:(۲۸۱)

ایک مرسل روایت میں ہے کہ اس الفت ومودت کو دوام ملتا ہے۔جس محبت کی بنیاد صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے کسی دنیوی غرض یعنی مال، عہدہ، شہرت یا حسن وجمال کی خاطر نہ ہو، وگرنہ ایسی محبت جو دنیوی غرض سے ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ قیامت کے دن یہ دشمنی میں بدل جائے گی۔اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ (الزخرف: ٦٧)

''متقین کے سوا سب دوست، اپنے دوستوں کے اس دن دشمن ہوں گے''۔

نبی ﷺ کا فرمان بھی ہے جو جس سے محبت کرتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا۔اظہار محبت دل پر اثر انداز ہونے والے عامل میں سے ایک ہے۔

جس معاشرے میں انسان رہتا ہے وہاں یا تو محبت والفت اور مودت کا دور دورہ ہوتا ہے یا پھر باہمی اختلاف وافتراق کا قبضہ ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے ایسے معاشرے کی تکوین کی رغبت دلائی ہے جو محبت والفت کا مظہر ہو یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے انصار ومہاجرین میں اخوت وبھائی چارہ قائم کیا اور رشتہ اتنا مضبوط بنا کہ ایک دوسرے کی پہچان بن گیا، بعض غزوات میں درجہ شہادت پر فائز ہونے والے افراد کو، جن میں مواخاۃ کا رشتہ تھا، ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

نبی ﷺ نے ان وسائل کی خصوصی تاکید کی جن سے محبت ومودت کو فروغ ملتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہیں بن جاتے تم اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک تم میں باہمی محبت نہ پیدا ہو جائے۔سنو! میں تمہیں ایک ایسی چیز کی خبر دیتا ہوں جس سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ گے (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کہا کرو'' (مسلم:(٥٤)

(۱۱).....مدارات

کیا آپ کو مدارات کا فن آتا ہے؟ کیا آپ کو مدارات اور مداہنت میں فرق کا علم ہے؟ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے:

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا: قبیلے کا برا بھائی اور برا بیٹا ہے۔ جب آ کر وہ بیٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے ملے جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اے اللہ کے رسول! جب آپ نے اس شخص کو آتے دیکھا تو اس کے بارے میں اس اس طرح ارشاد فرمایا اور جب وہ آ کر بیٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندہ پیشانی سے ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تو نے کب سے مجھے فحش گو دیکھا ہے قیامت کے دن سب سے برا مرتبہ اللہ کے ہاں اس آدمی کا ہوگا جس کو لوگ اس کے شر سے بچنے کے لیے (بول چال) ترک کر دیں"۔

بخاری: (۶۰۳۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مدارات میں اصل ہے اور پھر امام قرطبی کا قول نقل کیا ہے:

مدارات اور مداہنت میں فرق ہے دین یا دنیا یا ان دونوں کی اصلاح کی خاطر خرچ کرنا مدارات ہے اور یہ مباح ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے۔ دنیا کی اصلاح کے لیے دین چھوڑ دینا مداہنت ہے"۔

مدارات کا مطلب نرم کلامی کو اختیار کرنا چہرے پر بشاشت اور خوشی کا اظہار اہل فسق اور فحش گو افراد کے لیے کرنا یا تو ان کی فحش گوئی سے بچنے کے لیے یا پھر ان کو راہ راست پر لانا ہے۔ مدارات کا تعلق صرف امور دنیا سے ہے اگر امور دینیہ میں ہو تو مداہنت بن جائے گی۔ طبرانی رحمہ اللہ اور ابن السنی رحمہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے: "لوگوں سے مدارات (اچھے طریقے سے پیش آنا) صدقہ ہے"۔

ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"مدارات مومنوں کا اخلاق ہے اس کا مطلب اپنے پہلو کو لوگوں کے لیے جھکا دینا اور گفتگو میں سختی کو ترک کرنا ہے یہ اسباب محبت والفت میں سے ایک قوی اور مضبوط سبب ہے۔

اہل میت کے گھر جمع ہونا اور اجتماعی دعا کرنا ثابت نہیں

مولانا رفیق طاہر ملتان

مارچ 2014 کے ضیائے حدیث میں محترم جناب ابوعبداللہ شعیب حفظہ اللہ نے ''تعزیت میں میت کے لیے دعائے مغفرت'' کے عنوان سے ایک جارحانہ مضمون تحریر فرمایا، اگر موصوف اسی عنوان کے تحت رہتے تو شاید ہمیں یہ چند سطور تحریر نہ کرنا پڑتیں۔ لیکن ہمارے ممدوح نے دعائے مغفرت کے عنوان کے تحت ''میت کے ہاں جمع ہو کے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی'' دعائے مغفرت کا جواز کشید کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ لیکن ہماری سمجھ کے مطابق موصوف کے پیش کردہ دلائل سے ''مروجہ اجتماعی دعائے مغفرت'' ثابت نہیں ہوتی۔ دلائل اور ان سے استنباط کے سوا موصوف نے مضمون میں جو باتیں شامل فرمائی ہیں ہم انکی جانب عبث ہونے کی بناء پر التفات نہیں کریں گے۔

محترم نے اپنے موقف کے اثبات کے لیے تین دلائل پیش فرمائے ہیں:

پہلی دلیل:

ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے رجم ہو جانے کے بعد لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کچھ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ اس کے گناہ نے اسے ہلاک کر دیا اور کچھ یہ کہہ رہے تھے کہ ماعز رضی اللہ عنہ سے بہتر بھی بھلا کسی کی توبہ ہوگی، کہ اس نے اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کر دیا۔

((ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ جُلُوسٌ، فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ :اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ :فَقَالُوا :غَفَرَ اللهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ)) صحیح مسلم 1695

''پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے سلام کہا پھر

بیٹھ کر فرمانے لگے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کرو تو سب نے کہا: اللہ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے ایک امت میں بھی تقسیم کر دیا جائے تو انہیں کافی ہو جائے گی۔''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ کو حل فرما دیا کہ اسکی غلطی نے اسے ہلاکت میں نہیں ڈالا بلکہ اسکی توبہ اعلی ترین توبہ ہے لہذا تم بھی اسکے لیے استغفار کرو تو صحابہ بلا تاخیر فوراہی کہہ دیا کہ اللہ اسے بخشے۔

اس حدیث میں نہ تو مروجہ اجتماعی دعاء کا ثبوت کہ ایک شخص دعاء کروائے اور باقی سب اس کی دعاء پر آمین کہیں۔ اور نہ ہی ہاتھ اٹھانے کا کوئی اشارہ ہے، اور نہ ہی میت کے گھر اکٹھ کا کوئی تذکرہ۔ جبکہ اسکے برعکس حدیث مبارکہ میں یہ بات واضح ہے کہ جب لوگ کسی فوت شدہ کا تذکرہ کریں تو اہل بصیرت پر لازم ہے کہ لوگوں کو اسکے لیے دعائے مغفرت کا کہیں۔ اور اس حدیث پر بحمد اللہ تعالی تمام تر اہل الحدیث علماء وعوام کا عمل ہے۔ کہ وہ بالکل اسی طرح مختصر الفاظ میں دعائے مغفرت کر دیتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی۔ اور یہ کام تعزیت کے وقت بھی ہوتا ہے اور جب بھی اسکا ذکر خیر ہو اس طرح کے دعائیہ جملے کہے جاتے ہیں، مثلا: اللہ اس پر رحم فرمائے، اللہ بخشے، وغیرہ۔ اور اس قسم کے دعائیہ کلمات ہاتھ اٹھائے بغیر کہے جاتے ہیں۔ اور سبھی کہتے ہیں یا پھر کسی ایک کے کہنے پر باقی آمین کہہ کر اس دعاء میں شامل ہو جاتے ہیں۔

الغرض دعاء کا وہ منظر جو موصوف نے مضمون کے آخر میں لکھوی خاندان کے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کر کے پیش کیا، جسے اہل علم بدعت کہتے چلے آئے ہیں، وہ اس حدیث سے قطعا ثابت نہیں ہوتا۔ پھر موصوف نے اس پہلی حدیث کے بارہ میں اس بات کے رد میں کہ اس حدیث میں میت کے گھر میں جمع ہونے کا کوئی تذکرہ یا ثبوت نہیں، کافی گرم گرم باتیں تحریر فرمائیں کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ تو اس بارہ میں عرض ہے کہ میت کے گھر جمع ہو کر بیٹھنا شریعت اسلامیہ میں حرام ہے۔

سیدنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهِ مِنَ

النِّيَاحَة)) (مسند احمد ، ط الرسالة 6905)

«ہم میت کو دفن کر دینے کے بعد اہل میت کے ہاں جمع ہونے اور (ان جمع شدہ لوگوں کے لیے) کھانا پکانے کو نوحہ میں سے شمار کرتے تھے۔''

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اصحاب رسول کا مذکورہ بالا اجتماع میت کے گھر نہ تھا۔

دوسری دلیل:

ابو عامر رضی اللہ عنہ غزوہ اوطاس کے امیر تھے، انہیں تیر لگا جس سے وہ نڈھال ہو گئے تو انہوں نے ابو موسی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام کہنا اور میرے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا، اسکے کچھ ہی بعد وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ ابو موسی عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ جب واپس آئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ ایک گھر میں کھجور سے بُنی چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ چارپائی پر بستر بچھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر اور پہلوؤں پر کھجور کی رسیوں کے نشانات تھے۔ انہوں نے ابو عامر کی خبر دی اور انکے دعائے مغفرت کی درخواست بھی پیش فرمائی:

«فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ .وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ :اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ القِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ .فَقُلْتُ :وَلِي فَاسْتَغْفِرْ، فَقَالَ :اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ، وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ القِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا»(بخاری:4323، مسلم : 2498)

''تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس سے وضوء فرمایا پھر کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ ابو عامر عبید رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دے۔ ابو موسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ قیامت کے دن اسے اپنی مخلوق میں سے بہت سے لوگوں پر فوقیت عطاء فرما۔ تو میں نے عرض کیا اور میرے لیے بھی استغفار فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے گناہ معاف فرما اور اسے روز قیامت عزت والی جگہ میں داخل فرما۔''

یعنی عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو عامر رضی اللہ عنہ کی دعائے مغفرت کی درخواست پیش فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے ہاتھ اٹھا کر دعاء کی اور پھر اسکے بعد مزید دعاء بھی فرمائی۔ اور پھر عبداللہ بن قیس ابوموسی رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے دعاء کا کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے بھی دعاء فرما دی۔ اس حدیث مبارکہ میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا ذکر تو ہے لیکن میت کے گھر جمع ہونے کا یا اجتماعی دعا کا کوئی تذکرہ نہیں! جسے موصوف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اسکے برعکس یہ ذکر ہے کہ میت کا ولی یا قاصد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا ہے اور دعاء کی درخواست کی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرما دی۔ اور بحمداللہ تعالی اس حدیث پر بھی اہل الحدیث علماء وعوام کا من وعن عمل ہے۔ کہ جب بھی کوئی دعاء کی درخواست کرتا ہے، اگر مناسب ہو تو اسکے لیے اسی وقت دعاء کر دی جاتی ہے۔ ایسے ہی میت کے لیے بھی جب کوئی دعائے مغفرت کا کہے تو اسکے لیے بھی ہاتھ اٹھا کر دعاء کی جاتی ہے۔

یاد رہے کہ دعاء کے مطالبہ پر فوراہی دعاء کر دینا ضروری نہیں ہے اس میں تاخیر بھی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث سے واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کے مطالبہ کے بعد فوراہی ہاتھ نہیں اٹھا لیے بلکہ کچھ دیر بعد ہاتھ اٹھائے۔ کیونکہ لغت عرب میں ''ف'' تعقیب مع الوصل اور ''ثم'' تعقیب مع التراخی کے لیے آتا ہے، اور یہاں بھی لفظ ''ثم'' استعمال کیا گیا ہے، جسکا معنیٰ 'کچھ دیر بعد' بنتا ہے۔ اگر لفظ 'ف' مستعمل ہوتا تو معنی بنتا 'فورا بعد'۔

رہا یہ سوال کہ میت کے گھر میں ایسا کیوں نہیں تو اسکا جواب سابقہ سطور میں گزر چکا ہے کہ میت کے گھر میں جمع ہونا اور ان جمع شدہ لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا نوحہ میں سے ہے جسے شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے۔

الغرض اس روایت سے بھی موصوف جس مروجہ بدعی اجتماعی دعاء کو ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ثابت نہیں ہوتی!۔ کیونکہ یہ حدیث نہ تو اجتماعی دعاء پر دلالت کرتی ہے اور نہ ہی میت کے گھر اکٹھ پر اس میں کوئی دلیل ہے۔ جبکہ ان دونوں باتوں کے برعکس یہ حدیث انفرادی دعاء اور غیر میت کے گھر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

تیسری دلیل:

جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بند فرمائیں اور فرمایا کہ جب روح قبض ہوتی ہے تو آنکھیں اسکا پیچھا کرتی ہیں۔ یہ بات سن کر انکے گھر والے چیخنے لگے تو نبی ﷺ نے فرمایا اپنے لیے بھلائی ہی مانگو، کیونکہ جو کچھ بھی تم کہتے ہو، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اللهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، اللهُمَّ افْسَحْ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ» (صحيح مسلم :920)

''اے اللہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرمادے، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اسے بلند مقام عطا فرما، اور اسکے بعد اسکے اہل وعیال میں اسکا خلیفہ بن جا، اور اے رب العالمین اسے اور ہمیں معاف فرمادے، اے اللہ اسکی قبر کو کشادہ فرما اور اسکے لیے اس میں روشنی کردے۔''

اس حدیث مبارکہ میں بھی نہ تو ہاتھ اٹھانے کا کوئی تذکرہ ہے اور نہ ہی اجتماعی دعاء کا کوئی ثبوت۔ صرف اتنا ہے کہ آپ ﷺ نے اہل میت کو جزع فزع کرنے سے منع کیا اور اچھی دعا کرنے کا کہا اور خود بھی میت کے لیے دعاء فرمائی۔

اور بحمد اللہ تعالی وتوفیقہ اس حدیث پر بھی من وعن تمام تر اہل الحدیث عوام اور علماء کا عمل ہے۔ کہ جب بھی کسی میت کے گھر پہنچتے ہیں، اسکی آنکھیں اگر کھلی ہوں تو بند کردی جاتی ہیں، جزع فزع کرنے والوں کو روکا جاتا ہے، اور میت کے لیے بخشش ورحمت کی دعاء کی جاتی ہے۔ لیکن نہ جانے موصوف کو ان مسکینوں پر کیا غصہ تھا جو اسی مضمون میں نکال دیا۔

حاصل بحث:

میت کے لیے دعا مغفرت کرنا ثابت ہے، اور یہ دعائے مغفرت ورحمت میت کے گھر بھی کی جاسکتی ہے اور باہر بھی۔ اور میت کے لیے دعاء مغفرت کی درخواست پر ہاتھ اٹھا کر بھی دعاء کی جاسکتی ہے۔ لیکن میت کے گھر جمع ہونا، اور اجتماعی دعاء کرنا یہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوش طبعی اور مزاح کا اسلامی تصور

اعزاز الحق نعیم، ضیاء الحق نعیم

اسلامی شریعت کے تمام امور متوسط و معتدل ہونے کے ساتھ ساتھ فطرت انسانی پر منحصر ہیں۔ اس کے احکام و قوانین عین انسانی فطرت سے ہم آہنگ اور موافق ہیں۔ اسلامی قانون سازی میں انسانی مزاج اور فطرت کی بدرجہ اتم رعایت رکھی گئی ہے۔ حتی کہ یہ کہنا بھی بے جا نہیں کہ اس دین کا اصل الاصول انسانیت کے لیے خیر و بھلائی کا سامان تیار کرنا ہے۔ بچپن ہو جوانی ہو یا بڑھاپا، صحت ہو یا مرض، خوشی ہو یا غمی، الغرض اسلامی شریعت ہر حالت میں انسانی مزاج کے یکساں موافق ہے۔ اسی لیے اسلام یہ نہیں کہتا کہ ہر اٹھنے والا قدم مسجد کی طرف ہی روانہ ہو، ہر قابل سماع آواز قرآن ہی ہو، زبان سے نکلنے والا ہر لفظ ذکر اللہ ہی ہو! اگرچہ سیرت نبوی ﷺ، جو ہر انس و جن کے لیے اسوۂ حسنہ ہے، میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ آپ ﷺ کا قیام اللیل اس قدر طویل ہوتا کہ قدم مبارک پر ورم ہو جایا کرتا، فرامین رسول ﷺ میں یہ بھی شامل ہے:

«لَوْ تَعْلَمُوْن مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا» بخاری:(١٠٤٤)

''جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو یقیناً کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔''

«لَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ»

''زیادہ مت ہنسو بے شک زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔''

السلسلة الصحيحة للألبانی:(٥٠٥)

ان احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کا مسکرانا، تبسم فرمانا، مزاح کرنا، خوش طبعی وغیرہ میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ تمام کیفیات ایسی ہیں جو اللہ تعالی نے تقریبا ہر انسان کو ودیعت فرمائی ہیں۔ دین حنیف (جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے) نے جہاں انسانی زندگی کے ہر پہلو میں راہنمائی کی ہے وہاں مزاح یا خوش طبعی کے متعلق بھی آگاہ کیا ہے کہ دوران مزاح کن کن امور کو ملحوظ

خاطر رکھا جائے تو مزاح شرع میں مباح شمار ہوتا ہے اور روز قیامت انسان کے لیے مذمت کا باعث نہیں ٹھہرے گا۔ ذیل میں ہم ان امور کا ذکر کر رہے ہیں جن کا دوران مزاح خیال رکھنا از حد ضروری ہے:

(۱).....مزاح مبنی برحق اور مبنی برصدق ہو

نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے: «إِنِّی لَاَ مْزَحُ وَلَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا»

''میں مزاح میں بھی حق بات ہی کرتا ہوں''۔ الجامع الصغیر :(٤٢٥٩)حسن

یعنی مزاح ایسا نہ ہو کہ حق بات اس کی نفی کرے، آپ ﷺ کی اس حدیث کی وضاحت اس واقعہ سے ہو جاتی ہے کہ ایک بڑھیا نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور درخواست کرنے لگی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالی مجھے جنت میں جگہ عطا کر دیں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرمانے لگے:

((إن الجنة لا يدخلها عجوز))

''جنت میں بوڑھے لوگ داخل نہیں ہوں گے''۔

یہ سن کر بڑھیا نے رونا شروع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر اپنے اس فرمان کی وضاحت کی کہ اللہ تعالی اس کے جنت میں داخلے سے قبل اس کے بڑھاپے کو جوانی میں تبدیل کر دیں گے۔ غور فرمائیے! آپ ﷺ کا کہنا ''کہ بوڑھے جنت میں داخل نہیں ہوں گے'' یہ ایک ایسا جملہ ہے جو مزاح ہونے کے ساتھ حقیقت پر ہی مبنی ہے۔

لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ بولنا معاشرے کا معمول بن چکا ہے، خصوصا اپریل فول کے موقعہ پر تو اس قبیح عمل کی حد کر دی جاتی ہے۔ یہ عمل اس قدر انتہاء کو پہنچ گیا ہے کہ چند لوگوں نے اس قبیح عمل کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

«وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَّهُ، وَيْلٌ لَّهُ»

''اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی بات کرتا ہے، اس کے

لیے ہلاکت ہے، ہلاکت ہے۔'' ترمذی:(۲۳۱۵)حسن

اسلام میں تو بطور مزاح جھوٹ کو ترک کرنے والے کے لیے جنت کے محلات میں سے ایک محل کی بشارت دی گئی ہے:

«لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا» ابو داود:(٤٨٠٠)

''میں اس شخص کے لیے جنت کے وسط میں محل کی گارنٹی دیتا ہوں جس نے مذاق میں بھی جھوٹ چھوڑ دیا۔''

(۲).....مزاح پر مداومت اختیار نہ کی جائے

خوش طبع ہونا خداوند باری تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے جس سے دلوں کو سرور ملتا ہے، عقل وفہم کی تھکان زائل ہوجاتی ہے اور جسم کی راحت کا سبب بنتی ہے۔ اگر خوش طبعی کثرت سے کی جائے اور اس پر ہمیشگی اختیار کر لی جائے تو یہی (مستحسن) عمل ایک قبیح صورت اختیار کر جاتا ہے اور دلوں کی سختی کا باعث بن جاتا ہے۔ حدیث رسول ﷺ ہے:

«لَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ» الصحيحة:(٥٠٥)

''زیادہ مت ہنسو بے شک زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔''

کثرت ضحک سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ اس سے دل مردہ ہوجاتے ہیں، جب دل مردہ ہوجائیں تو انسان دنیا اور خصوصا آخرت سے غافل ہوجاتا ہے۔

(۳).....تمسخر اور استہزاء سے پرہیز کیا جائے

دین کے متعلق استہزاء وتمسخر کو معاشرہ میں معمولی بات سمجھا جاتا ہے، خصوصا جنت وجہنم اور فرشتوں کے متعلق ایسے چٹکلے بیان کیے جاتے ہیں جن سے عذاب کی ہیبت اور اللہ کی رضا وخوشنودی کی اہمیت ختم ہوجاتی ہے اور یہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جنت تو محض دل کو خوش رکھنے کے لیے ایک ''خام خیال'' ہے اور جہنم محض ڈراوے کا ایک لفظ ہے (العیاذ باللہ)۔

حالانکہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دیگر محدثین ومفسرین قرآن مجید کی ان آیات کو بنیاد بنا کر فرماتے ہیں

کہ کسی بھی آیت یا حدیث کا مذاق اڑانا صریح کفر ہے:

﴿قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ. لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيْمَانِكُم﴾ (التوبة: ٦٦، ٦٥)

''کہ دیجئے کہ کیا اللہ تعالی، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ تم مذاق کیا کرتے تھے معذرت نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔''

﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئاً اتَّخَذَهَا هُزُواً أُوْلَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور جب وہ ہماری آیات میں سے کچھ جانتا ہے تو اسے مذاق بنالیتا ہے یہ لوگ انہیں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔'' (الجاثية: ٩)

﴿وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُواً أَهَذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُولا﴾

''اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے محض مذاق بنالیتے ہیں، کیا یہ ہے وہ شخص جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔؟'' (الفرقان: ٤١)

تمسخر کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب دوست احباب اپنی مجالس قائم کرتے ہیں تو اس طرح کا مذاق کرتے ہیں جس سے دوسرے کی ذات کو مجروح کرنا یا اپنے سے کم تر اور گھٹیا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ خصوصا ایسا مذاق کمزور اور غریب اشخاص کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«بِحَسْبِ امْرِىءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ»

''انسان کے شریر ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے''۔ مسلم:(٢٥٦٤)

عربی کا ایک شعر بھی اس کی عکاسی کرتا ہے:

واحذر ممازحة تعود عداوة إن المزاح على مقدمة الغضب

''تم آپس میں ایسا مزاح کرنے سے باز آجاؤ جو دشمنی وعداوت کا باعث ٹھہرتا ہے کیونکہ ایسا مزاح غصہ (لڑائی جھگڑا) کی ابتدا بن جاتا ہے۔''

(۴).....تبسم، ضحک اور قہقہہ میں فرق

مزاحیہ بات سننے کے بعد یا مذاقیہ فعل دیکھنے کے بعد انسان تین طریقوں سے اس کا اظہار کرتا ہے:

1.....**تبسم:** مسکرانا، یعنی صرف چہرے پر اس کے اثرات نظر آئیں اور آواز بالکل بھی نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى أَرَى مِنْه لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ» بخاری:(٦٠٩٢)

''میں نے نبی ﷺ کو کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا یہاں تک میں آپ کے تالوں کو دیکھوں، آپ بس مسکرایا کرتے تھے۔''

«وَمَا يَزِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى التَّبَسُّمِ» بخاری:(٦٠٨٤)

''اور رسول اللہ ﷺ مسکراہٹ سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔''

صحابی رسول بیان کرتے ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)) ترمذی :(٣٦٤١) صحیح

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

2.....**ضحک:** ہنسنا، یعنی مسکراہٹ کے ساتھ آہستہ آواز بھی موجود ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾

''اور بے شک اسی نے ہنسایا اور اسی نے رلایا۔''

حدیث رسول ﷺ ہے:

«وَالنَّبِيُّ ﷺ يَضْحَكُ فَقَالَ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ» بخاری:(٣٢٩٤)

''اور نبی مسکرا رہے تھے تو (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) فرمایا اللہ آپ کے دانت کو مسکراتا رکھے۔''

۳.....قہقہہ: با آواز بلند ہنسنا، زور سے ہنسنا قہقہہ کہلاتا ہے لیکن کبھی ضحک اور قہقہہ کی درمیانی حالت پر بھی لفظ قہقہہ استعمال کرلیا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

«فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ» بخاری:(٦٠٨٧)

''یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے ہوئے دیکھا یہاں تک آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔''

«فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ» بخاری:(٥٣٦٨)

''نبی مسکرائے یہاں تک آپ کی ڈاڑھیں عیاں ہوگئیں۔''

سیرت نبوی کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ تبسم وضحک ہی فرمایا کرتے تھے البتہ تبسم کا ثبوت ضحک کے مقابلہ میں کثیر تعداد میں ملتا ہے اور قہقہہ کا ثبوت (جو ضحک اور قہقہہ کے درمیان ہوتا ہے) قلیل مقدار میں ملتا ہے۔

قارئین! مذکورۃ امور کے علاوہ شریعت نے جتنے بھی امور مزاح بیان کیے ہیں ان سب کا اصل الاصول یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ہر وہ مزاح یا مذاق ممنوع ہے جس سے دوسرے انسان کو ایذا پہنچے، مثلاً: حدیث رسول ﷺ ہے:

«لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا» ابوداود:(٥٠٠٤)صحیح

''کسی مسلم کے شایان شان نہیں کہ وہ اپنے مسلم بھائی کو (مزاحا) خوف میں مبتلا کرے''۔

«اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ» بخاری:(١٠)

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کی شرارتوں سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے''۔

الغرض مزاح اور خوش طبعی ایک ایسا عمل ہے جس کا ثبوت نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام، محدثین عظام سے بھی ملتا ہے، جو لوگ اس عمل کو اپنی شان کے منافی گردانتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں، البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مزاح میں کوئی ایسا امر موجود نہ ہو جو کسی دوسرے کی ایذا رسانی یا دل شکنی کا باعث ٹھہرے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں زندگی کہ ہر ہر پہلو میں سنت مطہرۃ کا متبع بنائے۔ آمین!

امام عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ

قاری ابوبکر المنشاوی مدرس جامعہ اسلامیہ سلفیہ شعبہ تجوید

امام عبداللہ بن کثیر مکی صحابی رسول حضرت عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں ہیں، یہ اپنے علم وفضل اور گوناگوں اوصاف وکمالات کے اعتبار سے مختلف علوم وفنون خصوصیا علم قرات میں درجہ امتیاز پر فائز تھے۔ بے شمار طالبان علم ان سے مستفید ہوئے ان کی عظمت وبلند پائیگی کے سبب ان کا شمار جلیل القدر ائمۃ قرات میں کیا جاتا ہے۔ مشہور ومتواتر قراتوں میں سے ایک قرات ان سے ثابت ومنسوب ہے۔ ان کا درجہ ومرتبہ نہ صرف فن قرات میں مسلم ہے بلکہ انہیں لغت وعربیت اور حدیث میں بھی اہم مقام حاصل ہے۔

یہ علم وعمل کے مجمع البحرین تھے۔ عبادت وریاضت اور زہد وورع میں سلف کا بہترین نمونہ تھے۔ ان کے تابعی ہونے کا ذکر عام طور سے ملتا ہے (التیسیر: ٤) ورتابعین میں ان کا شمار تیسرے طبقہ میں کیا جاتا ہے۔

(۱).....نام ونسب:

مکمل نسب نامہ اس طرح ہے: "ابو معبد عبدالله بن كثير بن عمرو بن عبدالله بن بن زاذان بن فيروزان الدارى المكي"

ان کے نسب میں قدرے اختلاف ہے، امام بخاری اور علامہ ابوعمرو دانی نے عبداللہ بن کثیر بن عمرو کی جگہ عبداللہ بن کثیر بن عبدالمطلب بتایا ہے۔ (غاية النهاية: ١/ ٤٤٣)

(۲).....ولادت ووطن:

امام ابن کثیر مکی مکہ معظمہ میں ۴۵ھ (٦٦٥ء) میں بزمانہ حکومت حضرت امیر معاویہ پیدا ہوئے۔ اصلا فارسی النسل تھے علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ''وابن كثير من ابناء فارس الذين بعثهم كسرى إلى صنعاء فطردوا عنها الحبشة'' ابن کثیر ان فارسیوں میں سے تھے جنہیں کسری نے صنعا بھیج دیا تھا پھر یہ لوگ حبشہ بھیج دیئے گئے''۔

(وفيات الأعيان: ١/ ٤٤٨، معرفة القراء: ١/ ٨٦، مراۃالجنان:١/ ٢٥٧)

ملا علی قاری رقمطراز ہیں: "وهو من أبناء الذين بعثهم كسرى في السفن إلى اليمن"

''ابن کثیر ان فارس کی اولاد میں سے تھے جنہیں کسری نے کشتیوں میں سوار کر کے یمن کی طرف روانہ کیا تھا''۔

(ملا على قارى شرح شاطبى: ١٢)

سرزمین حجاز میں وہ بقول ابونعیم اصبہانی بنی عبدالدار کے آزاد کردہ غلام تھے (تهذيب التهذيب: ٥ /

۳۶۷)۔ یہ اس لیے درست نہیں کہ اکثر تذکرہ نگاروں کی تحقیق کے مطابق وہ عمرو بن علقمۃ الکنانی کے آزاد کردہ غلام تھے۔(التیسیر:٤، الفهرست: ٤٢، معرفة القراء: ١ ٨٦، سراج القاری المبتدی:١٠)

(۳).....تعلیم وتربیت اوراساتذہ:

امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ نے بقول علامہ ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ اور دوسرے تذکرہ نگاروں کے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن السائب مخزومی اور متعدد اجلہ تابعین وائمۃ علم وفن سے فن قرات کی تحصیل وتکمیل کی ہے۔ابن مجاہد رحمہ اللہ نے بھی امام شافعی رحمہ اللہ کی سند سے اس بیان کی توثیق کی ہے۔لیکن حافظ ابوالعلاء ہمدانی ن رحمہ اللہ ے عبداللہ بن السائب مخزومی کی شاگردی کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی اور لکھا ہے کہ یہ بات ہمارے نزدیک معتبر نہیں۔علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ نے تو یہ لکھا ہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا مگر عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے حصول علم کو انہوں نے بھی بعید از قیاس قرار دیا ہے۔مگر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے وضاحت اور تفصیل سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید سے متعلق تعدد روایات کے پیش نظر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دوسرے اجل صحابہ کے ذریعے آٹھ مصاحف نقل کروانے کے بعد انکو عالم اسلام کے مختلف مرکزوں جیسے مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ، شام، بحرین اور یمن میں بھجوائے اور حکم دیا کہ اب تمام لوگ اسی کے مطابق قرآن پڑھائیں اور بقیہ مصاحف نذر آتش کردیئے جائیں اس موقع پر مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن السائب مخزومی مصحف عثمانی لے کر آئے اور مکہ میں اس کے مطابق تعلیم دینے لگے یہیں عبداللہ بن کثیر مکی نے ان سے قرآن مجید پڑھا (ملا علی قاری شرح شاطبی:۱۲)۔حضرت عبداللہ بن السائب سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے علاوہ ابن کثیر نے جن اصحاب وشیوخ سے اپنی علمی تشنگی پوری کی اس فہرست میں بعض کبار تابعین کے بھی اسمائے گرامی شامل ہیں، مثلا: عکرمہ مولی ابن عباس، ابوالزبیر، ابوالمنھال، عبدالرحمٰن بن مطعم، عبداللہ بن زبیر، ابوایوب انصاری، انس بن مالک، ابوالحجاج مجاہد بن جبیر، شیخ القراء درباس مولی ابن عباس'' وغیرہ

(تهذيب التهذيب:٥ / ٣٦٨، معرفة القراء: ١/ ٨٧، غاية النهاية: ١ / ٤٤٣، مراة الجنان: ١ / ٢٥٧، سراج القاری:١٠)

(۴).....سلسلہ قرات:

امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک دو واسطوں سے پہنچتی ہے۔ابن کثیر نے مجاہد بن جبیر مکی، شیخ القراء ''درباس'' سے پڑھا تھا جنہوں نے حضرت ابی بن کعب حضرت ابن عباس حضرت زید بن ثابت سے درس لیا تھا۔اور ان جلیل القدر صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان گوہر فشاں سے سنا اور پڑھا تھا۔اس طرح ابن کی روایت صرف دو واسطوں سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔حضرت عبداللہ بن السائب کے سلسلہ قرات سے بھی ابن کثیر کی

قرات دوہی واسطوں سے رسول اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ (التیسیر:۷)

(۵).....تلامذہ:

امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے تلامذہ کثیر التعداد ہیں جن میں بعض جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ کے ساتھ دوسرے اور اہم علماء وفقہاء اور قراء شامل ہیں۔ چند حضرات کے اسمائے رامی یہ ہیں:

ابوعمرو بن العلاء بصری، سفیان بن عیینہ، خلیل بن احمد نحوی، شبل بن عباد، ایوب، خیثم، حماد بن سلمہ، جریج بن حازم، ابن ابی نجیح، ابن جریج، اسماعیل بن عبداللہ القسط، اسماعیل بن مسلم اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ وغیرہ۔

(۶).....رواۃ قرات:

امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کثیر التلامذہ تھے۔ مگر ان کے کسی شاگرد کو راوی قرات کا درجہ نہ مل سکا بعد میں ان کے شاگردوں کے شاگردوں میں درج ذیل حضرات کو ان کی قرات کے راوی ہونے کا شرف ملا:

۱:۔ الإمام أحمد بن محمد بن عبدالله البزي المكي (م:۲۷۰ھ الموافق:۸۸۳ء)

۲:۔ الإمام محمد بن عبدالرحمن المخزومي المعروف بقنبل (م:۲۹۱ھ الموافق: ۹۰۴ء)

(۷).....زیارت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

۱۱۰ھ تک صحابہ کرام کے وجود مسعود سے یہی دنیا منور رہی اور یہ ابن کثیر کی جوانی اور ہوشمندی کا زمانہ تھا انکو جن صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا انکے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت عبداللہ بن زبیر قرشی، حضرت عبداللہ بن السائب مخزومی اور حضرت انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (ملا علی قاری شرح شاطبی:۱۲)

(۸).....علمی مقام ائمہ کی نظر میں:

علم قرات میں ان کا مرتبہ مومقام مندرجہ ذیل بعض اقوال سے ظاہر وثابت ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«« إمام المكين في القراءة »» ''ابن کثیر فن قرات میں اہل مکہ کے امام تھے۔'' (معرفة القراء:۱/ ۸۶)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

ومكة عبدالله فيها مقامة هو ابن كثير كاثر القوم معتلا

''اور مکہ عبداللہ کی جائے اقامت ہے اور یہ ابن کثیر اپنی قوم یعنی قراء میں غالب، نامور اور بلند پایہ ہیں''۔

انکی قرات کو مکہ مکرمہ میں خاص طور پر بڑا فروغ حاصل ہوا، اہل مکہ کی نظر میں وہ فن قرات کے امام تھے انکے شاگرد اور مشہور محدث وفقیہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مکہ میں عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ اور حمید بن قیس الاعرج

رحمہ اللہ سے بہتر کوئی قاری نہ تھا۔ابوعبیدۃ کا بیان ہے کہ اہل مکہ ابن کثیر کی قرات کو صحیح سمجھتے تھے اور اسی کی اقتداء کرتے تھے۔ جریج بن حازم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«كان فصيحا بالقرآن» ''ابن کثیر فصیح القرآن تھے''۔(تهذيب التهذيب:۵/ ۳۲۸)

اپنے شیخ امام ابن جبیر مکی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد وہ مکہ کی مسند قرات پر متمکن ہوئے اور تاحیات اس منصب جلیل پر فائز رہے۔(محی الاسلام پانی پتی، شرح سبعه قرات :۲۳)

ابن مجاہد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مکہ میں مدۃ العمر متفقہ طور پر قرات کے امام رہے۔(ملا علی قاری شرح شاطبی:۱۲)

(۹).....فن حدیث:

امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کا گوسرمایہ افتخار علم قراءت تھا لیکن فن حدیث میں بھی امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ملا علی قاری فرماتے ہیں:

«وكان امام في الحديث» ''ابن کثیر حدیث کے امام تھے''۔

انہوں نے ابوزبیر، ابن جبیر مکی، عبدالرحمٰن بن مطعم اور عمر بن عبدالعزیز سے حدیث کا سماع کیا اور انہیں سے روایت بھی کی، خود ان سے روایت کرنیوالوں میں ایوب سختیانی، ابن جریج، جریج بن حازم، حسین بن واقد، عبداللہ بن نجیح، حماد بن سلمہ، قرۃ بن خالد اور حارث بن قدامہ رحمہم اللہ جیسے قابل ذکر اصحاب شامل ہیں۔ابن سعد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ انکی حدیثیں صحیح ہیں۔علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ابن کثیر کی احادیث صحاح ستہ میں منقول ہیں۔

(معرفة القراء: ۸۷/۸، تهذيب التهذيب: ۵/ ۳۶۷، ۳۶۸)

(۱۰).....ثقاہت وعدالت:

امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ ثقاہت وعدالت میں بھی منفرد اور ممتاز تھے۔علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک ابن کثیر رحمہ اللہ کی ثقاہت وعدالت مسلم ہے۔ابن سعد، علی بن مدینی اور نسائی نے ثقہ رحمہم اللہ اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے صدوق قرار دیا ہے۔(تہذیب التہذیب:۵/ ۳۶۷، تقریب التہذیب:۱۸۵) جرح وتعدیل کے شہرہ آفاق امام ابن معین رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ابن کثیر رحمہ اللہ ثقہ تھے۔ (معرفة القراء:۱/ ۸۷)

محمد بن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«وكان ثقة وله أحاديث صالحة» «ابن کثیر رحمہ اللہ ثقہ تھے اور انکی احادیث صالح ہیں''۔

(طبقات ابن سعد:۵/۳۵۶)

(۱۱).....لغت وعربیت اور فصاحت وبلاغت: امام ابن کثیر رحمہ اللہ قرآن وحدیث اور قراءت وتجوید کے

علاوہ لغت وعربیت میں بھی دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔اہل تذکرہ نے اس فن میں بھی انکی مہارت کا اعتراف کیا ہے۔ابو عمروؒ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن کثیرؒ عربیت میں مجاہد ابن جبیرؒ سے بڑے عالم اور نہایت فصیح وبلیغ تھے۔

(سوانح قراء سبعه: ٥)

صاحب غایۃ النہایۃ نے بھی انکی فصاحت وبلاغت کا ذکر کیا ہے۔ (غاية النهاية: ١/ ٤٤٤)

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ابن کثیرؒ سے اخذ قراءت کیا ہے؟ توانہوں نے کہا کہ میں نے مجاہدؒ سے قرآن پاک ختم کرکے بعد میں ابن کثیرؒ سے قرآن ختم کیا ہے اور ابن کثیر مکی، مجاہد کے مقابلہ میں عربی وادب کے بڑے عالم تھے۔ (غاية النهاية: ١/ ٤٤٥)

علامہ ذہبیؒ نے سفیان بن عیینہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ابن کثیر لوگوں کو قصے سناتے تھے۔(معرفة القراء:١ / ٨٧)

(١٢).....قضا: ابن کثیرؒ اہل مکہ کے قاضی تھے یہ بھی مذکور ہے کہ ابن کثیر قاضی الجماعت کے عہدے پر مامور تھے۔علامہ باقیؒ لکھتے ہیں :

«قارى أهل مكة وقاضي الجماعة فيها» ''امام ابن کثیر اہل مکہ کے قاری اور لوگوں کے قاضی تھے''۔

ابن خلکانؒ اور خیر الدین زرکلیؒ کا بیان ہے:

«كان قاضى الجماعة بمكة» «ابن کثیر مکہ میں لوگوں کے قاضی تھے''.(وفيات الأعيان: ١ / ٤٤٨)

مختصر یہ کہ ان کا علم وفضل اور ان کی شہرت اس درجہ نمایاں اور کامل تھی کہ ان کے اور اوصاف کو جدا جدا بیان کرنا تحصیل لاحاصل کے مترادف ہے۔ابن العماد حنبلیؒ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

«وفضله وعلمه وشهرته تغني عن الأطناب في أوصافه» (شذرات المذهب: ١ / ١٥٧)

''ان کا فضل وعلم اور شہرت اس سے بے نیاز ہے کہ انکے اوصاف کا ذکر طوالت وتفصیل سے کیا جائے''۔

(١٣).....ذریعہ معاش:

امام ابن کثیرؒ کا قیام گو ایک عرصہ تک عراق میں اور زیادہ تر مکہ مکرمہ میں علوم وفنون کی خدمت میں گذرا لیکن وہ کسب حلال کی فکر سے غافل نہیں تھے عطر کی تجارت ان کا ذریعہ معاش رہا۔

(١٤).....انتقال: ابن کثیرؒ مکہ میں ١٢٠ھ میں بزمانہ ہشام بن عبدالملک بعمر ٧٦ سال شمع حیات گل ہوئی اور امکہ ہی کی مقدس خاک کا پیوند ہوئے۔ان کے جنازہ میں سفیان بن عیینہ نے بھی شرکت فرمائی۔

(غاية النهاية:١/ ٤٤٥)

وقت کی اہمیت

حافظ فہد اللہ محمدی (متعلم جامعہ ہذا)

((نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصَّحَّةُ وَالْفَرَاغُ)) (بخاری ،کتاب الرقاق ، باب لا عیش الا عیش الآخرۃ 6412)

اگر کسی سے پوچھا جائے کہ اس کے پاس سب سے قیمتی ترین سرمایہ کون سا ہے تو یقیناً اس کا مناسب ترین جواب یہی ہوگا کہ صحت اور وقت یہ دو ایسی لاجواب اور لاثانی نعمتیں ہیں جن کا مقابلہ کسی دوسری چیز سے نہیں کیا جا سکتا اس لیے شارع علیہ السلام نے اس کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہوئے فرمایا ہے کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی بابت بہت سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں صحت اور فراغت ۔صحت مند ہی سمجھتا ہے کہ اس کی صحت کو کبھی زوال نہیں آئے گا اور فارغ البال انسان سمجھتا ہے کہ اسے کبھی کوئی فکر اور پریشانی یا نہ ختم ہونے والی مشغولیت لاحق نہ ہوگی لیکن پھر جلد ہی وہ لمحات سر پر آن کھڑے ہوتے ہیں۔ جب یہ سب کچھ قصہ پارینہ ہو جاتا ہے ان دو نعمتوں میں بھی اگر زیادہ انمول اور گراں قدر کوئی چیز ہے تو وہ وقت ہے۔ اہمیت وقت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں جا بجا وقت کی قسمیں کھا کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿والعصر ۔ان الانسان لفی خسر ۔الاالذین آمنوا وعملوا الصالحات﴾

''عصر کے وقت کی قسم! یقیناً انسان خسارے میں ہیں ۔مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں۔''(سورۃ العصر 1تا3)

علامہ فخر الدین الرازی رحمہ اللہ اس سورت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں عصر کی قسم کھائی ہے جو کہ وقت ہے کیونکہ اس میں بہت سے عجائب ہوتے ہیں انسان کے لئے خوشی اور پریشانی، صحت و بیماری اور تونگری و فقر یہ سب اس تغیّرِ زمانہ کے مرہونِ منّت ہیں۔ کوئی بھی چیز اپنی قیمت اور عمدگی میں وقت کے برابر نہیں ہو سکتی اگر کوئی ایک ہزار سال لایعنی چیزوں میں

ضائع کردے اور پھر توبہ کرے اور یہ سعادت مندی عمر کے آخری لمحات میں نصیب ہو جائے تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے اور دیکھے گا کہ اس کی عمر میں سب سے زیادہ قیمتی جو لمحہ تھا وہ توبہ کا لمحہ ہوگا۔

زندگی کیا لذّتِ عصیاں کی ناداں غور کر
برق رو دھارے پہ تنکا ہے جو یوں بہہ جائے گا
دیکھتے ہی دیکھتے لذّت فنا ہو جائے گی
اور عذاب اس کا ہمیشہ کے لئے رہ جائے گا

اور فرمایا:

﴿والليل اذا يغشىٰ۔ والنهار اذا تجلّى﴾ "اور رات کی قسم! جب وہ چھا جائے۔ اور دن کی قسم! جب وہ روشن ہو جائے۔ (سورۃ اللیل 2.1) جب اللہ تعالیٰ بار بار مختلف اوقات کی قسمیں کھا رہے ہیں اور لوگوں کو عمل کرنے کی طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ یہ اوقات بہت ہی مختصر ہیں اور بہت تیزی سے کٹ رہے ہیں۔

صبح ہوئی ہے شام ہوئی ہے زندگی یوں ہی تمام ہوئی ہے

وقت اور لوگوں کی اقسام

دنیا کی اس مختصر زندگی میں اللہ تعالیٰ کو اس وقتِ مستعار سے فائدہ اٹھانے میں برابر نہیں رکھا بلکہ عزم و عمل، ہمت و ثبات کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے جس کو خود خالقِ کائنات نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾

"پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رَو ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں یہی بڑا فضل ہے۔" (سورۃ الفاطر 32)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین اقسام کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔

(1) پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو گناہوں میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

(2) دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو درمیانے درجہ کے ہیں جن کے اعمال صالحہ اور برائیاں برابر ہیں انہیں کوئی فرق

نہیں ہے۔

(3) تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگ جو گناہوں میں ہی لگے رہتے ہیں جنہیں گناہوں سے فرصت نہیں جنہوں نے امانت کے اس بارِگراں کو بھلا دیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے کندھوں پر ڈالا تھا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولا﴾ (أحزاب72)

''ہم نے (بار) امانت آسمانوں اور زمین کو پیش کیا تو اُنہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا۔''

دوسری قسم کے وہ لوگ جن کو کسی چیز میں کوئی خاص دلچسپی نہیں نیکی کے وقت نیکی بھی کر لی اور برائی میں بھی شریک ہو گئے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُواْ بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُواْ عَمَلاً صَالِحاً وَآخَرَ سَيِّئًا﴾

''اور کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔'' (التوبہ 102)

تیسری قسم کے لوگ جن کو نیکیوں سے فرصت نہیں جن کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کی یاد میں گزرتا ہے جو اپنی زندگی کو امانت سمجھتے ہیں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر مصر نہیں ہوتے بلکہ فوراً ہی اپنے رب کے ہاں ندامت و شرمندگی کے ساتھ اپنی پیشانی کو مالکِ حقیقی کے سامنے جھکاتے ہوئے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ان کے متعلق اللہ عزّ وجلّ قرآن مجید میں فرماتے ہیں :

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُواْ أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُواْ اللّهَ فَاسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ اللّهُ وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَى مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾

'' اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے۔''(سورۃ آل عمران135)

وقت کی ایک اور تقسیم ایسے بھی کی جاسکتی ہے کہ مختلف کمیوں، کوتاہیوں اور افراط و تفریط کے باوجود زمانے یا وقت کے ساتھ اپنے تعلق کے اعتبار سے لوگ تین اقسام کے ہیں۔

(1) جو ماضی کے ساتھ بندھے رہتے ہیں اور مستقبل کے بارے میں غافل ہوتے ہیں اور اپنے باپ دادا کے

کارناموں پر بڑا فخر کرتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جو ابھی تک ماضی میں ہیں اور اپنے باپ دادا کے کارناموں کے سہارے جی رہے ہیں اس میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کر پاتے اور نہ ہی آج تک اپنی طرف سے کوئی کارنامہ انجام دے سکے ہیں۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں ہوں جن میں آسودہ وہ خرمن تم ہو بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

(2) وہ لوگ جو نہ ماضی پیش کر سکتے ہیں اور نہ حاضر میں کوئی خاص کارنامہ یا منصوبہ بندی ہے۔ اگر کوئی عمل ہے بھی تو سوائے غلطی اور بدی کے کچھ نہیں مگر اچھے مستقبل کے لئے پر امید ہیں لیکن کوشش نہیں کرتے ان کے متعلق اللہ رب رحمان فرماتے ہیں :

﴿وَلَكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّى جَاء أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

" لیکن تم نے خود کو آزمائش میں ڈالا اور (ہمارے حق میں حوادث کے) منتظر رہے اور (اسلام میں) شک کیا اور (لا طائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور اللہ کے بارے میں تم کو (شیطان) دغاباز دغا دیتا رہا۔" (سورۃ الحدید 14)

(3) وہ لوگ جو ماضی تو نہیں رکھتے لیکن حال میں وہ اپنے اچھے مستقبل کی تعمیر کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ ان لوگوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے :

﴿ مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاء لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلاهَا مَذْمُوماً مَّدْحُوراً وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُوراً كُلًّا نُّمِدُّ هَؤُلاء وَهَؤُلاء مِنْ عَطَاء رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاء رَبِّكَ مَحْظُوراً﴾

"جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جو چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں پھر اُس کیلئے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ بُرے حال میں، (بارگاہ الٰہی) سے راندہ ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کا طلبگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اُسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو، ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوتی ہے۔ ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے رب کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے رب کی بخشش کسی سے رُکی ہوئی نہیں۔" (سورۃ بنی اسرائیل 18 تا 20)

الحمدالله امسال جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجدمکرم)ماڈل ٹاؤن سے

122 طلبہ سندفراغت حاصل کررہے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

شعبہ علوم اسلامیہ سے فارغ ہونے والے طلبہ

حافظ ضیاء الحق نعیم بن نعیم الحق نعیم، حافظ فہد اقبال بن محمد اقبال، حافظ فہد اللہ محمدی بن ثناء اللہ، حافظ فرقان عبداللہ بن محمد عبداللہ، حافظ ثاقب نذیر بن محمد نذیر، حافظ سعید الرحمٰن بن عبدالمنان، حافظ عبدالرحمٰن، حافظ اعزاز الحق نعیم بن نعیم الحق نعیم، محمد علی بن عنائت اللہ۔

شعبہ تجوید القرآن سے فارغ ہونے والے طلبہ

قاری عدیل احمد بن محمد یونس، قاری وقار الحسن بن سردار علی، قاری عبدالستار بن فیض محمد، قاری ضرار احمد بن تاج محمد، قاری محمد عثمان بن محمد یونس، قاری عزیز اللہ بن محمد رمضان، قاری عثمان افضل بن محمد افضل، قاری عطاء اللہ بن محمد شریف، قاری عقیل اسلم بن محمد اسلم، قاری محمد طلحہ بن محمد نعیم، قاری محمد احمر بن عبدالغفار، قاری محمد طیب بن عبدالستار، قاری ذیشان خلیل بن خلیل احمد، قاری ضیغم خلیق بن عبدالرحمٰن خلیق، قاری عبداللہ بابر بن محمد بابر، قاری عبداللہ بابر بن محمد بابر، قاری حماد مشتاق بن محمد مشتاق، قاری وسیع اللہ بن محمد افضل، قاری شاہد محمود بن محمد عرفان، قاری ابرار انور بن محمد انور، قاری ابو سفیان بن محمد اسحاق، قاری اسامہ بن محمد ارشاد، قاری ثناء اللہ بن زاہد الرحمٰن، قاری عبداللہ بن یحیی اعظم، قاری عبدالسلام بن محمد عظیم، قاری ناصر علی بن غلام نبی، قاری ابوسفیان بن محمد عباس، قاری عزیز الرحمٰن بن عبدالغنی، قاری ابو ہریرہ بن ارشاد احمد، قاری منیر احمد بن عبداللہ، قاری انعام اللہ بن غلام اللہ، قاری سفیان بن محمد امجد سلیم، قاری ذیشان اسحاق بن محمد اسحاق، قاری ابراہیم بن احسان الٰہی، قاری خالد متقی بن نواز علی، قاری عامر سلیمان بن سلیمان خن، قاری ارسلان افضل بن محمد افضل، قاری ذوہیب آصف بن محمد آصف، قاری ضیاء الرحمٰن بن محمد طاہر، قاری محمد وقار بن لیاقت علی، قاری غلام مصطفیٰ بن عبدالکریم، قاری اسد اللہ بن محمد ادریس، قاری عبدالرؤف بن عبداللطیف، قاری ذیشان احمد بن محمد بختاور، قاری حمزہ داؤد بن محمد داؤد، قاری مجتبی گلزار بن شاہد گلزار احمد، قاری سلیمان بن محمد

عارف، قاری فیصل عبداللہ بن عبداللہ، قاری ذکاءاللہ بن عبدالرشید، قاری عامر بشیر بن بشیر احمد۔

شعبہ تحفیظ القرآن سے فارغ ہونے والے طلبہ

حافظ اسامہ بن قاری احسان اللہ اولکھ، حافظ عبدالسمیع بن عبدالرشید، حافظ سجاد حسین بن نسیم الحسن، حافظ جوبش علی بن محمد خالد، حافظ محمد یونس بن عبدالزبیر، حافظ طلحہ بن ذکاء اللہ، حافظ طلحہ افضل بن محمد افضل، حافظ طیب بن شرافت علی، حافظ محمد عبداللہ بن محمد انور، حافظ بلال احمد بن عبدالغفار، حافظ اسامہ بن سید نثار احمد، حافظ محمد حمزہ بن محمد شمیم رفیق، حافظ محمد عثمان بن منظور احمد، حافظ ارسلان ہمایوں بن ہمایوں صادق، حافظ محمد اسامہ بن محمد اکبر بٹ، حافظ محمد زین العابدین بن محمد خالد، حافظ محمد خبیب بن عبداللطیف، حافظ ثمامہ طاہر بن محمد طاہر جاوید، حافظ اللہ دتہ بن محمد سلیم، حافظ صغیر احمد بن منظور احمد، حافظ زین بن طیب فاروق، حافظ عدنان بن محمد شفیق، حافظ اسامہ بن نیاز، حافظ عبدالرحمٰن بن محمد رفیق، حافظ محمد ندیم بن محمد آصف، حافظ محمد عمر فاروق بن محمد فاروق، حافظ صفی الرحمٰن بن خلیل الرحمٰن یزدانی، حبیب الرحمٰن بن رحمت اللہ شاکر، علی مرتضی بن نعیم شہزاد، عامر سلیمان بن محمد سلیمان، محمد عاصم بن محمد ادریس، حمزہ ذکاءاللہ بن حاجی ذکاءاللہ، حافظ سلمان احمد بن محمد اسلم، حافظ علی حمزہ، حافظ حسن بن محمد تنویر، حافظ اسامہ انور بن محمد، حافظ سمیع اللہ بن ثناءاللہ، حافظ انیس الرحمٰن بن قاری رحمت اللہ، حافظ عثمان بن محمد سلیم، حافظ اسامہ اشرف بن محمد اشرف، حافظ سمیع اللہ بن رانا محمد مالک، حافظ محمد نعمان بن عبدالحفیظ، حافظ امیر حمزہ بن محمد یونس، حافظ سمیع اللہ بن نذر حسین، حافظ ابوسفیان بن حاجی یعقوب، حافظ عبدالغفار بن حاجی محمد رفیق، حافظ طلحہ بن طاہر محمود، حافظ محمد ندیم بن محمد نعیم، حافظ مبین احمد بن امجد نواز، حافظ نصیر احمد بن محمد اکرم، حافظ بلال حسن بن احسان اللہ، حافظ ذوہیب آصف بن محمد آصف، حافظ محمد انس طاہر بن محمد طاہر، حافظ محمد ابوبکر بن محمد ادریس، حافظ محمد عرفان بن محبوب عالم، حافظ محمد اسامہ بن حافظ احسان، حافظ محمد اسامہ بن ذوالفقار علی، حافظ انس اقبال بن راشد اقبال، حافظ اسداللہ بن وسیم علی، حافظ محمد احمد بن خورشید احمد، محمد عاصم بن ظہور احمد، محمد عثمان جمیل بن محمد جمیل

بمقام: جامعہ بدیع العلوم اہل حدیث مٹھی ضلع تھرپارکر سندھ میں

10 روزہ دورہ

تجوید القرآن

9 جون 2014ء تا 18 جون ان شاء اللہ

مدرس

استاذ القراء قاری المقری فضیلۃ الشیخ

محمد ابوبکر المنشاوی حفظہ اللہ

استاذ شعبہ تجوید وقرأت جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

اختتامی تقریب اور درس بخاری 18 جون بعد نماز ظہر استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ آخری حدیث پر درس ارشاد فرمائیں گے۔

نوٹ: داخلہ کے خواہشمند حضرات موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

برائے رابطہ:

محمد انوار ساھڑ 0333-2510585